ڈاکٹر سید ظفر محمود کے
شائع شدہ اردو مضامین

Published Urdu Articles of
Dr Syed Zafar Mahmood

2021

Rashtriya Sahara: January 21, 2021

انتخابی حلقوں کی حدبندی بنام عوامی نمائندگی

تجزیہ

ڈاکٹر سید ظفر محمود

> **معلوم کیجیے که مردم شماری 2011 کے مطابق آپ کے انتخابی حلقه کی کل آبادی کتنی هے، اس میں سے مسلم آبادی کهاں کهاں کتنی کتنی هے، کل آبادی کا مسلم فیصد کتنا هے، حلقه کی آخری حدبندی کب هوئی تهی، اس کا اثر مسلم مفاد پر کیا پڑا، آگے کس طرح کی حدبندی هونی چاهیے تا که مسلم حق تلفی ختم هوجائے۔**

سچر کمیٹی اور مشرا کمیشن دونوں نے دستاویزوں کی بنیاد پر خوب واضح طور پر بتا دیا ہے کہ ہمارے ملک میں سماجی، اقتصادی اور تعلیمی طور پر مسلمان سب سے پیچھے ہیں اور اس کی بڑی وجہ ہے ملک کی سیاسی و انتظامی حکمرانی میں ان کی نمائندگی کا فقدان۔ سول سروسز میں مسلم نمائندگی میں کمی کا تو ذکر گزشتہ دس برس میں گاہے بگاہے ہونے لگا ہے اور مجموعی ملی کاوشوں کا کچھ مثبت اثر بھی الحمدللہ نظر آنے لگا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے چند برادران وطن کو 'تشویش' بھی ہے، لیکن سیاسی نمائندگی میں مسلمانوں کی کثیر غیر موجودگی اب بھی اندرون ملت بحث و تگ و دو کا موضوع نہیں بن سکا ہے۔ دستور ہند کے تحت لوک سبھا کے پہلے انتخاب 1952 میں ہوئے تھے، اس وقت ملک کی کل آبادی 35.6 کروڑ تھی، لوک سبھا میں 489 ممبر تھے اور اس میں سے 21 مسلمان تھے جبکہ اس وقت سرکاری شمار کے مطابق مسلمانوں کی قومی آبادی 9.91 فیصد تھی، اس لیے لوک سبھا میں اس وقت 49 مسلم ممبر ہونے چاہیے تھے۔ مردم شماری 2001 کے مطابق ہمارے ملک کی کل آبادی 102.7 کروڑ تھی جس میں سے 13.4 فیصد مسلمان تھے۔ حدبندی 2008 کے مطابق لوک سبھا کی ایک سیٹ اوسطاً 18.9 لاکھ آبادی پر مختص کی گئی تھی۔ لہٰذا اگر صرف مسلم آبادی کو 18.9 لاکھ سے تقسیم کیا جائے تو لوک سبھا میں مسلمانوں کی 83 سیٹیں بنتی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ مسلم آبادی پورے ملک میں مختلف فیصدوں میں بٹی ہوئی ہے اور اس زمینی حقیقت کو مدنظر رکھا جائے تو جس کو ہندی میں 'مسلم بہولیہ چھیتر' کہتے ہیں یعنی وہ انتخابی حلقے جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ با اثر ہو، ان کی تعداد 122 ہونی چاہیے۔ لیکن حدبندی ایسی کی گئی کہ 2009 کے لوک سبھا الیکشن میں صرف 29 مسلمان کامیاب ہوئے، پھر 2014 میں 22 اور 2019 میں 27۔

معلوم یہ ہوا کہ انتخابی حلقوں اور وارڈوں کی حدبندی (Delimitation) کی عام گڑبڑی کے علاوہ یہ بھی سلسلہ چل رہا ہے کہ جہاں مسلمانوں کا فیصد زیادہ ہو، ان انتخابی حلقوں کو شیڈیولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو کر دیا جاتا رہا ہے جبکہ ایسا کرنا حدبندی قانون و ضابطہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اُدھر حدبندی قانون 2008 کے مطابق اب 2026 کے بعد ہونے والی پہلی مردم شماری یعنی 2031 تک لوک سبھا کے انتخابی حلقوں کی حدبندی کو منجمد (Freeze) کر دیا گیا ہے یعنی اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ جھارکھنڈ اسمبلی کی حدبندی میں تبدیلی کو بھی اسی طرح 2026/2031 تک روک دیا گیا ہے۔ آسام، اروناچل پردیش، ناگالینڈ اور منی پور کے لیے یہ کہا گیا کہ وہاں ایسے حالات ہیں کہ جس سے ہندوستان کی سلامتی، اتحاد، امن و امان اور انتظام عام کو خطرہ ہے، اس لیے وہاں تازہ حدبندی کا کام اگلے احکامات تک ملتوی رکھا جائے گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر موجودہ حدبندی میں دستور ہند، قوانین یا ضابطہ کے کچھ خلاف ہے تو اس کے ازالہ پر روک لگی ہو۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ آگے کے برسوں میں جو حدبندی کی کارروائی ہونے والی ہے، اس سے متعلق زمینی تیاری فی الوقت نہ کی جائے۔

دراصل انتخابی حلقوں کی حدبندی کا موضوع کچھ دلکش نہیں ہے اور زیادہ تر لوگوں کو اس کی اہمیت کا اندازہ بھی نہیں ہے۔ جموں و کشمیر میں حدبندی کا کام فی الوقت چل رہا ہے، امید ہے کہ وہاں کے بیدار عوام اس پر نظر رکھ کے ضروری مداخلت کریں گے۔

حدبندی سے متعلق لاعلمی ایسی ہی ہے جیسے کسی کو یہ معلوم نا ہو کہ اس کے خون میں کینسر کے عناصر سرایت کر گئے ہیں، اگر وقت سے معلومات ہو جائے اور صحیح علاج ہو جائے تو آگے کی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے لیکن معلومات ہی نہ ہو تو ظاہر ہے کہ علاج کی جب نوبت آئے گی تب تک بہت دیر ہو چکی ہوگی اور زندگی دکھ سے بھر سکتی ہے، یہی حال ملت اسلامیہ کی ہے، وارڈوں اور انتخابی حلقوں کی حدبندی کے تعلق سے اگر معلومات نہیں ہوگی تو علاج نہیں ہوگا۔ اس خلا کو کسی حد تک پر کرنے کے لیے zakatIndia.org پر حدبندی سے متعلق ایک سیکشن موجود ہے اس میں وقتاً فوقتاً معلومات فراہم کی جاتی ہے، حق اطلاع قانون کے تحت معلومات حاصل کرنے کے لیے خط کا نمونہ بھی وہاں دیا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کے قارئین کو چاہیے کہ اپنے علاقہ میں کارروائی کریں اور اگر ضروری ہو تو ہم سے delimit@zakatindia.org پر مشورہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ فی الحال تو حدبندی کے کام پر تعینات افسرشاہی اور اسٹاف یہ جانتے ہیں کہ کسی کو اس کام کی جانچ پڑتال کرنے میں دلچسپی نہیں ہے اور ہم جیسا چاہیں سیاہ سفید کرتے رہیں اور عوامی حقوق کی جڑ بھی کاٹ سکتے ہیں۔ گریٹر ممبئی میونسپل کارپوریشن کے الیکشن فروری 2017 میں ہوئے تھے، اس سے قبل زیڈ ایف آئی نے معلومات حاصل کی کہ وہاں کل 227 وارڈ ہیں جس میں مسلم ممبر اُس وقت صرف 23 تھے جبکہ آبادی کے مطابق یہ تعداد 35 ہونی چاہیے تھی۔ مزید تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہاں 17 ریزروڈ وارڈوں میں شیڈیولڈ کاسٹ کا فیصد کم ہے اور دیگر 24 وارڈ ایسے ہیں جہاں شیڈیولڈ کاسٹ کا فیصد تمام 17 ریزروڈ وارڈوں سے زیادہ ہے، پھر بھی انہیں ریزرو نہیں کیا گیا۔ اسی کے ساتھ 30 علیحدہ وارڈوں میں حدبندی کے رولس کی خلاف ورزی کی گئی تھی جس پر باقاعدہ اعتراض داخل کر کے زیڈ ایف آئی نے ان وارڈوں کی حدود کو حتی الامکان ٹھیک کروایا، نتیجتاً ملت کی نمائندگی میں اضافہ ہوا۔ اسی طرح کی کامیاب کارروائی دہلی میونسپل کارپوریشن سے متعلق بھی 2016-17 میں کی گئی تھی، دیگر صوبوں میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

قارئین اپنے ضلع و صوبہ میں ہونے والے انتخابات کی تاریخیں برائے مہربانی نوٹ فرمالیں اور اب سے الیکشن تک کا ٹائم ٹیبل مرتب کر لیں کہ کس تاریخ تک کون سا انفرادی اور اجتماعی مثبت عمل کب ہو جانا چاہیے۔ یہ کوشش ذاتی یا خالص سیاسی نقطہ نظر سے نہیں ہونی ہے بلکہ پورے طور پر ملت کے دوررس مفاد میں ہونی ہے۔ ہر الیکشن کو اپنی زندگی کا ایک اہم جز بنا لیجیے، جیسے بچہ کی نشوونما میں سنگ میل مقرر ہوتے ہیں کہ کب اس کی بسم اللہ ہوگی، کب اسکول میں داخلہ، کب مولوی صاحب اور ٹیوٹر آئیں گے، آگے کیا مضامین پڑھوانے ہیں، اسے زندگی میں کیا بنوانا ہے وغیرہ۔ اسی طرح آپ کی پوری زندگی میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد کوئی نہ کوئی الیکشن ہونا ہے جس کا دیرپا اثر ملت کی فلاح پر پڑتا ہی ہے۔ اس لیے اپنے بچے کی طرح ہمیں ملت سے بھی محبت ہونی چاہیے اور اس کی بہبود کے لیے ہر الیکشن کو ملت کے حق میں کارگر بنانے کے لیے طویل مدتی تگ و دو کرنی چاہیے، خواتین کو اس کام میں برابر کی دلچسپی لینی ہوگی، امام و خطیب صاحبان اس کو خطبہ کا موضوع بنائیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی ہوئی تو اس پر دیوار اوپر تک ٹیڑھی ہی بنے گی۔ الیکشن کے ذریعہ ملی فلاح کی دیوار کی پہلی اینٹ ہے انتخابی حلقوں اور وارڈوں کی صحیح حدبندی۔ اس کام کے لیے ہر انتخابی حلقہ اور ہر وارڈ میں آپس میں پانچ ملی کارکنوں کی ایک کمیٹی تشکیل کر لیجیے، ایسے اشخاص کی جن کے دل میں ملت کے لیے بے لوث محبت ہو۔ معلوم کیجیے کہ مردم شماری 2011 کے مطابق آپ کے انتخابی حلقہ کی کل آبادی کتنی ہے، اس میں سے مسلم آبادی کہاں کہاں کتنی کتنی ہے، کل آبادی کا مسلم فیصد کتنا ہے، حلقہ کی آخری حدبندی کب ہوئی تھی، اس کا اثر مسلم مفاد پر کیا پڑا، آگے کس طرح کی حدبندی ہونی چاہیے تاکہ مسلم حق تلفی ختم ہو جائے۔ دوسرا اہم کام یہ ہے کہ ملی مفاد کے مدنظر ہر الیکشن میں سو فیصد ملی ووٹنگ کروانا ہے، اس کے لیے وقت سے نقل و حرکت شروع ہو جائے ووٹ دینے کی اہمیت لوگوں کو سمجھانے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ ووٹنگ کے اتحاد میں ملت کے کیا کیا فائدے ہیں۔ فکر کیجیے 2047 کی جب آزادی کو 100 برس ہو چکے ہوں گے اور لوک سبھا کے 5، صوبائی اسمبلیوں کے درجنوں اور لوکل سطح پر سیکڑوں الیکشن ہو چکے ہوں گے، کیا علامہ اقبال کی طرح کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب شکوہ دینے پر مجبور کر دیں گے کہ 'ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے'۔

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara February 11, 2021

’شیڈولڈ کاسٹ‘ کی دستوری تعریف سے افسرشاہی کھلواڑ

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

برطانوی پارلیمنٹ کے ذریعہ پاس شدہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کے تحت ہندوستان کے مرکزی وصوبائی ایوان میں شیڈولڈ کاسٹ کے لیے نشستیں ریزرو کی گئی تھیں جس کے نو ماہ بعد لندن کے بکنگھم پیلس سے 30اپریل 1936 کو شیڈولڈ کاسٹ آرڈر جاری ہوا تھا جس کے ذریعہ ان ذاتوں، نسلوں اور قبیلوں کو فہرست بند کیا گیا تھا جن کے لیے یہ نشستیں ریزرو رہیں گی۔ اس آرڈر میں ان ذاتوں، نسلوں اور قبیلوں کے ساتھ کسی بھی مذہب کو نہیں جوڑا گیا تھا، ہاں ہندوستانی عیسائیوں کو اس فہرست سے اس لیے مستثنیٰ رکھنا پڑا تھا کیونکہ 1935 کے ایکٹ کے تحت ہی ہندوستانی عیسائیوں کے لیے مرکزی وصوبائی ایوانوں میں نشستیں الگ سے ریزرو کی گئی تھیں۔ شیڈولڈ کی اس تعریف سے بنگالی بدھسٹوں (جو عموماً بروا کہلاتے ہیں) کو بھی مستثنیٰ رکھا گیا تھا کیونکہ وہ اس وقت سماج کے اعلیٰ ترین تعلیم یافتہ لوگ ہوتے تھے۔ شیڈولڈ کاسٹ سے متعلق 36-1935 کی اس اصطلاح کو ہو بہو دستور ہند کے مسودے کی شق 303(w) میں چسپاں کر دیا گیا تھا۔ بعدازاں آزاد ہندوستان کی قانون ساز اسمبلی کے جوائنٹ سکریٹری نے اپنے خط مورخہ 23اپریل 1949 کے ذریعہ یوپی کے چیف سکریٹری کو تحریر کیا تھا کہ دستور میں مجوزہ نویں شیڈول کے ذریعہ شیڈولڈ کاسٹ کی مندرجہ بالا فہرست کو شامل کرنے کے لیے نوٹس دیا جا چکا ہے، لہٰذا دستور کے مسودہ میں شق 303(w) کی ضرورت باقی نہیں رہ جائے گی اور اسے حذف کر دیا جائے گا۔ اس طرح دستور کی ڈرافٹنگ کمیٹی نے طے کر دیا تھا کہ 1935 کے ایکٹ اور 1936 کے آرڈر میں کوئی بھی تبدیلی کیے بغیر اس کے مغز کو لفظ بہ لفظ دستور ہند میں شامل کر لیا جائے گا۔ اس طور پر 26جنوری 1950 کے دستور ہند کے آرٹیکل 341(1) میں مندرجہ بالا الفاظ کو تحریر کر دیا گیا یہ کہتے ہوئے کہ صدر جمہوریہ ان ذاتوں، نسلوں وقبیلوں کی فہرست جاری کر دیں گے اور آرٹیکل 366(24) کے ذریعہ شیڈولڈ کاسٹ کی اس تعریف کی حتمیت، ذخول ناپذیری اور صحت وقوت کو دہری مضبوطی مہیا کر دی گئی۔ لیکن اس کے چھ ماہ بعد 10 اگست 1950 کو کانسٹیٹیوشن (شیڈولڈ کاسٹ) آرڈر جاری کیا گیا جس کے ذریعہ دستور ہند کی صریح منشا کو مسخ کر دیا گیا اور شیڈولڈ کاسٹ کی دستوری تعریف کی تخریب کاری عمل میں آئی۔ اس آرڈر کے پیرا (3) میں لکھ دیا گیا کہ شرط یہ ہے کہ ہندو مذہب کو نہیں ماننے والا ہر فرد شیڈیولڈ کاسٹ کی تعریف سے خارج مانا جائے گا۔ اس کے بہت بعد 25 ستمبر 1956 کو اور 3 جون 1990 کو پارلیمنٹ نے 1950 کے آرڈر کے پیرا (3) میں ترمیم کر کے لفظ ہندو کی جگہ ”ہندو، سکھ یا بدھ“ لکھ دیا۔

افسر شاہی کے ذریعہ دستور ہند کے اس تباہ کن انحراف کی بازاندازی سے معلوم ہوتا ہے کہ آرٹیکل 341 کا حوالہ دیتے ہوئے 19 دسمبر 1949 کو مرکزی وزارت قانون کے جوائنٹ سکریٹری کے وائی بھنڈار کر نے تمام صوبوں کے چیف سکریٹریوں کو اپنے خط میں لکھ کر دریافت کیا تھا کہ ان کے صوبہ میں کن ذاتوں، نسلوں اور قبیلوں کو شیڈولڈ کاسٹ کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ لیکن اس خط کے آخر میں انھوں نے اپنی طرف سے ایک بے بنیاد شوشہ چھیڑتے ہوئے صوبوں کی یہ بھی رائے مانگ لی کہ ’اگر شیڈولڈ کاسٹ کا کوئی ممبر اپنا مذہب تبدیل کر دیتا ہے تو کیا پھر بھی اسے شیڈولڈ کاسٹ کا ممبر مانا جائے؟‘ حالانکہ یہ پرفریب سوال پوچھنے کا حکومت کے پاس یا اس افسر کے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ پھر بھی پندرہ صوبائی حکومتوں نے اس سوال کا جواب دیا۔ مدھیہ پردیش، پنجاب اور پیپسو (پٹیالہ و پوربی پنجاب) نے کہا کہ تبدیلی مذہب سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اور اس کے باوجود شیڈولڈ کاسٹ اسٹیٹس مانا جانا چاہیے۔ نو صوبوں مدراس، یوپی، بہار، سی پی و برار، اڑیسہ، بامبے، ٹراونکور و کوچن، مہاراشٹر اور راجستھان نے کہا کہ تبدیلی مذہب کے بعد شیڈولڈ کاسٹ اسٹیٹس باقی نہیں رہنا چاہیے حالانکہ کسی بھی صوبہ نے کسی خاص مذہب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ مغربی بنگال اور آسام نے دستور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کہا کہ ہندوؤں کے علاوہ کسی کو شیڈولڈ کاسٹ کے تحت کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔ میسور کا جواب تھا کہ شیڈولڈ کاسٹ کے ممبر کو حق ہونا چاہیے کہ وہ چاہے تو اپنا مذہب تبدیل کر لے۔

یہاں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ دستور ہند شیڈولڈ کے تعلق سے مذاہب کے مابین تفریق نہیں کرتا ہے، آرٹیکل 341 نے صدر کو محدود اجازت دی ہے کہ وہ ذاتوں، نسلوں وقبیلوں کی شناخت کر کے ان کی درجہ بندی کریں، صوبوں کے نام 1949 والے بھنڈار کر کے خط میں بھی کسی خاص مذہب کا ذکر نہیں تھا اور پندرہ میں سے صرف دو صوبوں نے اپنے جواب میں لفظ ہندو کا استعمال کیا تھا۔ لہٰذا مرکزی وزارت قانون کی مندرجہ بالا کارروائی صرف غیر دستوری ہی نہیں تھی بلکہ صوبوں سے موصول شدہ جوابات کی بنا پر بھی وزارت یا صدر کے پاس کوئی جواز نہیں تھا کہ وہ 1950 کے آرڈر میں پیرا (3) شامل کریں۔

> **جسٹس رنگناتھ مشرا کمیشن نے 2007 کی اپنی رپورٹ میں لکھا کہ 1950 کے شیڈولڈ کاسٹ آرڈر کا پیرا (3) ایک کالا لفظ ہے جو ایگزیکٹیو کے ذریعہ دستور ہند میں پیچھے کے دروازے سے داخل کیا گیا ہے اور یہ دستور کے آرٹیکل 14، 15، 16 و 29 کی خلاف ورزی کرتا ہے۔**

اس کے باوجود مرکزی وزارت قانون کے افسر نے فائل پر اپنے نوٹ مورخہ 3 فروری 1950 میں غلط بیانی کرتے ہوئے لکھا کہ ”مدھیہ پردیش، پنجاب اور پیپسو کے علاوہ سبھی صوبائی حکومتیں متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ہندو مذہب چھوڑ دے تو اسے شیڈولڈ کاسٹ میں رہنے کا حق نہیں ہونا چاہیے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اکثریت کی رائے کو تسلیم کرتے ہوئے ہم مجوزہ نوٹیفکیشن میں ایسا ہی لکھ دیں“۔ بلکہ اس افسر نے یہ بھی لکھ دیا کہ 1936 کے برطانوی آرڈر میں بھی ہندوستانی عیسائیوں کو شیڈولڈ کاسٹ کی تعریف میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور اس نے فائل پر اپنے نوٹ میں سے یہ بات چھپالی کہ ہندوستانی عیسائیوں کو اس وجہ سے شیڈولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے الگ کیا گیا تھا کیونکہ انھیں خود ایک الگ گروپ تسلیم کرتے ہوئے ان کے لیے مرکزی وصوبائی ایوانوں میں سیٹیں الگ سے ریزرو کی گئی تھیں۔ بعد میں 2مارچ 1950 کو وزارت قانون کے ڈپٹی سکریٹری بی جی مردیشور نے فائل پر نوٹ لکھا کہ ”حالانکہ ہندوستان کے مسلم وعیسائی سماج بھی ذات پات سے غیر متاثر نہیں ہیں لیکن ان مذاہب میں داخل ہونے کے بعد شیڈولڈ کاسٹ کے افراد کو ایسی معذوریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے جس سے ان کی اقتصادی اور ثقافتی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو، اس لیے انھیں اس تحفظ کی ضرورت نہیں ہے جو شیڈولڈ کاسٹ کو ملنا چاہیے“۔ اس طرح یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ مرکزی وزارت قانون کی فائلوں پر لکھے گئے نوٹ مورخہ 3فروری اور 2مارچ 1950 گمراہ کن و دستور مخالف تھے۔ اسی وجہ سے جسٹس رنگناتھ مشرا کمیشن نے 2007 کی اپنی رپورٹ میں لکھا کہ 1950 کے شیڈولڈ کاسٹ آرڈر کا پیرا (3) ایک کالا لفظ ہے جو ایگزیکٹیو کے ذریعہ دستور ہند میں پیچھے کے دروازے سے داخل کیا گیا ہے اور یہ دستور کے آرٹیکل 14، 15، 16 و 29 کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ دستور کے اس بنیادی ڈھانچے کے بھی مخالف ہے جو کیسوآنند بھارتی بنام کیرالہ سرکار مقدمہ میں بیان کیا گیا تھا اور مہاراجہ دھیراج جواجی راجہ سندیا بہادر مادھوراؤ بنام حکومت ہند کے مقدمے میں سپریم کورٹ کے فیصلے کی بنیاد پر پیرا (3) کو منسوخ کر دیا جانا چاہیے۔ انھوں نے لکھا کہ یہ پیرا ایک ملعون شئے ہے جو دستور ہند کا خوبصورت چہرہ بگاڑ رہا ہے۔

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara February 18, 2021

ایران میں امریکی سفیر رابرٹ میلی کی تعیناتی خوش آئند

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

ایران میں رابرٹ میلی کے امریکی سفیر بننے کے بعد امور خارجہ کے درجنوں ماہرین نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ کامیاب سفارت کاری کے لیے متعلقہ ملک کے اندرونی محرکات کا متوازن افہام و ادراک زبردست اہمیت کا حامل ہے اور وہ حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے اس سے گفت و شنید... نیویارک ٹائمس کے وہائٹ ہاؤس نامہ نگار مائیکل کرولی نے امید ظاہر کی ہے کہ اب امریکہ و ایران کے درمیان باہمی مفادات کو فروغ دینے کے لیے رقیبانہ کی جگہ اتفاق و اشتراک پر مبنی تعلقات جنم لیں گے جس سے مشرق وسطیٰ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں امن و امان کو فروغ ملے گا۔

صدر بائیڈن کوامورخارجہ کے لیےاپنی ٹیم تشکیل دینے میں سیاسی رکاوٹ کا سامنانہیں کرنا پڑا، وزیرخارجہ اور وزیر دفاع اور انٹلیجنس کے سینئر افسران کے تعین میں بھی وہ اختلاف و تکرار سے محفوظ رہے۔ لیکن ایران میں سفیر کے طور پر جب انھوں نے اوباما انتظامیہ کے سفارت کار، اس میدان کے ماہر رابرٹ میلی کے انتخاب کا اعلان کیا تو مختلف اطراف سے گرما گرم خیالات کی فائرنگ ہونے لگی گوکہ ان کی تعیناتی کے لیے امریکی سینیٹ کی منظوری درکارنہیں ہے۔ رابرٹ میلی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ تہران کے ساتھ اس کے نیوکلیئر پروگرام پر گفتگو کر کے اس کوراضی کریں کہ وہ 2015 کے بین الاقوامی معاہدہ کے ذریعہ متعین حدود کے اندر ہی یورینیم کی افزودگی کرے اور آئندہ کے لیے تازہ معاہدہ پر متفق ہوجائے تا کہ امریکہ کے ذریعہ ایران کے خلاف اقتصادی پابندیاں ہٹائی جاسکیں۔ ابھی یہ یقینی نہیں ہے کہ صدر بائیڈن کی حکمت عملی کامیاب ہوگی کہ نہیں کیونکہ ایران نے کئی بار کہا ہے کہ جب تک امریکہ پابندیاں ہٹا نہیں لیتا تب تک وہ 2015 کے معاہدہ پر واپسی کے لیے اپنی آمادگی ظاہر نہیں کرے گا، اب دیکھنا ہے کہ قمار بازی کے اس کھیل میں کون پہلے پلکیں جھپکتا ہے۔ یاد رہے کہ 2018 میں ڈونالڈ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ بین الاقوامی معاہدے سے امریکہ کو دستبردار کرلیا تھا جبکہ صدر بائیڈن نے اپنی انتخابی مہم کے دوران اس معاہدہ کی حیات نو وقوت بخشی کو اپنی منصوبہ بند ترجیحات میں شامل کیا تھا۔ 2018 کے بعد سے ایران لگاتار اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا آرہا ہے حتیٰ کہ گزشتہ برس کے دوران بین الاقوامی انسپکٹروں نے نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ایران کے پاس بم بنانے کے لیے ضروری نیوکلیائی ایندھن موجود ہے چہ جائے کہ اسے نیوکلیئر ہیڈ بنا کے اسے استعمال کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ اقوام متحدہ کے تحت مختلف ممالک کی نیوکلیئر استطاعت کی مانیٹرنگ کرنے والی تنظیم انٹرنیشنل اٹمک ایزجی ایجنسی نے بھی پہلی بار دستاویز پیش کیے یہ دکھاتے ہوئے کہ کس طرح ایران نے اس کے انسپکٹروں کو اپنے تین کریٹیکل مقامات پر جانے سے روک دیا تھا۔ رابرٹ میلی نے ہارورڈ یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی، وہ روڈس اسکالر رہیں، نرم دم گفتگو، کلنٹن اور اوباما کے زیر صدارت وہ وہائٹ ہاؤس میں اہم عہدوں پر تعینات رہے ہیں جہاں انھیں مشرق وسطیٰ کا ایکسپرٹ تسلیم کیا جاتا رہا، اس دوران ان کے تعلقات اس خطہ کی اہم شخصیتوں سے خوب استوار رہے۔ وہ بائیں بازو کے عرب یہودی والد کے فرزند ہیں اور مع حماس، حزب اللہ اور صدر شام بشر الاسد اہم امریکہ مخالف افراد و تنظیموں کو گفت وشنید میں مشغول رکھنے میں ماہر ہیں۔ ایران اور فلسطین کے ان لیڈروں سے جنھیں امریکہ کا دوست نہیں مانا جاتا، ان سے بھی دل آویزی کے ساتھ گفت وشنید کرلینا ان کا شیوہ رہا ہے۔

امریکہ میں رابرٹ میلی کے نقادوں کا خیال ہے کہ وہ ایران کے مذہبی پیشواؤں کے ساتھ مصالحت و ہم آہنگی کے قیام کے عوض میں تازہ معاہدہ کے ذریعہ ایران کے تئیں کافی حد تک ہتھیار ڈال دیں گے۔ ریپبلکن سینیٹر ٹام کاٹن نے رابرٹ میلی کو 'ایران موافق انتہا پسند' کا خطاب دیا۔ فاؤنڈیشن فار ڈیفنس آف ڈیموکریسیز کے چیف اگزیکیٹیو مارک ڈیوبوٹز نے کہا کہ رابرٹ میلی امریکی طاقت میں یقین نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن رابرٹ میلی کے حامیوں کا کہنا ہے کہ دراصل داہنے بازو کے انتہاپسندوں کے لیے رابرٹ میلی کا استعمال ایک آسان نشانہ کے طور پر کیا جارہا ہے اور اس طرح صدر بائیڈن کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ ایران کے ساتھ نیا معاہدہ بہت زیادہ ایران کے حق میں نہیں ہونا چاہیے۔ متعدد سابق صدور کے تحت کام کا تجربہ رکھنے والے مشرق وسطیٰ معاملات پر گہری نظر رکھنے والے ڈیوڈ ملر کا کہنا ہے کہ رابرٹ میلی کے نقاد ان کی مثبت وروشن خیال اہلیت سے زیادہ واقف نہیں ہیں۔ وہ ان سے اس لیے متعصب ہیں کیونکہ ان کے والد سائمن میلی مصر میں پیدا ہوئے تھے اور وہ ایک سیکولر عرب قوم پرور تھے جن کے لیے رابرٹ میلی نے 2008 میں ایک لیکچر کے دوران کہا تھا کہ انھوں نے مجھ میں اس خطہ کے لیے دلچسپی پیدا کی تھی۔ صدر بائیڈن کی ٹیم میں شامل ہونے سے پہلے رابرٹ میلی انٹرنیشنل کرائیسس گروپ کے روح رواں تھے، یہ ایک تھنک ٹینک ہے جہاں تنازعات کا حل ڈھونڈنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ برطانیہ کی مشہور آکسفورڈ یونیورسٹی میں مصرولبنان کے سفارتکار جارج اینٹانیوس کی یاد میں منعقد سالانہ لیکچر کے دوران رابرٹ میلی نے بتایا تھا کہ ان کے والد سامراجیت مخالف تحریک چلاتے تھے، ان کے تین مختلف نام تھے اوران کے پاس نو ممالک کے پاسپورٹ تھے جس میں فلسطین کا اعزازی پاسپورٹ بھی شامل تھا، وہ تین میگزینوں کے بانی ایڈیٹر تھے، وہ پختگی سے اپنے عقائد واصولوں کے پابند رہتے تھے جہاں شک وشبہ یا پہلوتہی کی گنجائش نہیں تھی۔ صدر کلنٹن کے انتظامیہ میں مشرق وسطیٰ میں قیام امن کے معاملہ داری کی میعاد کے اختتام کے فوراً بعد رابرٹ میلی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ کیمپ ڈیوڈ میں امن مذکرات کی ناکامی کے لیے صرف یاسر عرفات ہی تنہا ذمہ دار نہیں تھے۔

اپنے 2008 کے آکسفورڈ یونیورسٹی کے لیکچر میں رابرٹ میلی نے کہا تھا کہ کئی بار امریکہ نے عالمی سطح پر مہلک طریقے اختیار کیے ہیں، ہم پہلے سے متعین لیڈروں کو ممسوح (Anoint) کرتے ہیں، ہم مقامی حرکیات (Local dynamics) کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں، طاقت کے مقامی توازن کی ہم غلط تشریح کرتے ہیں، اس کے مقدور کا غلط استعمال کرتے ہیں، بیجا بغل گیری کرنے کی زہر آلودگی کا ہم غلط اندازہ لگاتے ہیں، ہم محاذ آرائی کو شہ دیتے ہیں، سیاسی نمونے بنا کے ہم ان کو ایکسپورٹ کرتے ہیں اور فرقہ وارانہ جن کے ساتھ ہم کھلواڑ کرتے ہیں۔ رابرٹ میلی کا یہ مشاہدہ اب کافی حد تک امریکہ میں عوام الناس کا نقطہ نظر بن چکا ہے خصوصاً افغانستان و عراق میں جنگوں اور لیبیا اور صومالیہ میں بدنصیب امریکی مداخلت کے بعد، پھر بھی اب تک امریکی رائے عامہ کے کچھ حلقوں میں رابرٹ میلی کے اس پر جوش اظہار جذبات کی مذمت کی جاتی ہے۔ بہر حال 2015 والے ایران سے معاہدہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی غرض سے رابرٹ میلی صدر اوباما کے اعلیٰ صلاح کار تھے۔ اب ایران میں ان کے امریکی سفیر بننے کے بعد امور خارجہ کے درجنوں ماہرین نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ کامیاب سفارت کاری کے لیے متعلقہ ملک کے اندرونی محرکات کا متوازن افہام و ادراک زبردست اہمیت کا حامل ہے اور وہ حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے اس سے گفت وشنید۔ ادھر رابرٹ میلی نے کہا ہے کہ بیرون ملک امداد دینے اور ممالک پر پابندیاں لگانے کے اثر کا امریکہ نے بیجا طور پر غلط تخمینہ لگا رکھا ہے جبکہ قوموں کے مذہبی نظریہ واعتقاد کو امریکہ اپنی غلطی سے کمتر سمجھتا رہا ہے۔ نئے امریکی وزیر خارجہ اینٹانی بلنکیف اور رابرٹ میلی بچپن میں ایک ساتھ پیرس کے اسکول میں پڑھتے بھی تھے۔ لہٰذا نیویارک ٹائمس کے وہائٹ ہاؤس نامہ نگار مائیکل کرولی نے امید ظاہر کی ہے کہ اب امریکہ وایران کے درمیان باہمی مفادات کو فروغ دینے کے لیے رقیبانہ کی جگہ اتفاق و اشتراک پر مبنی تعلقات جنم لیں گے جس سے مشرق وسطیٰ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں امن وامان کو فروغ ملے گا۔

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara Feb 25, 2021

آفاقی حب الوطنی بنام بے فیض قومیت پرستی

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

قرآن کریم کے مطابق مقصد حیات انسانی ہے اللہ کی طرف سے امتحان لیا جانا کہ ہم میں سے کون زیادہ دلجوئی سے اپنی خداداد استطاعت کا استعمال کر کے دوسرے انسان کی زندگی آسان بنانے میں لگا ہوا ہے۔ اس تمہیدی محصورہ کو نظام آشنا کرنے کے لیے اللہ نے عالمی آبادی کو قبیلوں میں تقسیم کر دیا اور پھر انسان نے بتدریج 9 جغرافیائی اکائیوں میں اپنی صف بندی اور حد بندی کر دی: یہ ہیں گاؤں، قصبہ، بلاک، تحصیل، شہر، ضلع، درجہ یا ڈویژن، صوبہ، ملک اور براعظم تاکہ انسانیت کی پہچان میں اور اس کے انتظامی امور میں آسانی ہو۔ ان میں سے 8 اکائیاں تو اپنا کام عموماً خوش اسلوبی سے کر رہی ہیں لیکن ایک مخصوص انتظامی اکائی مختلف طرح سے اپنی حدود سے تجاوز کرتی ہوئی نظر آرہی ہے اور وہ ہے 'ملک' جسے زمانہ جدید میں 'نیشن اسٹیٹ' یا قومیت پر مبنی مملکت (State) کہا جاتا ہے۔ یہ ہے انسانوں کی وہ انجمن یا سماج کی وہ سیاسی تنظیم جس کی ذمہ داری ہے حکمرانی کے ذریعہ سماج میں ضابطگی اور محافظت قائم کرنا اور اس کے لیے قوانین بنا کے ان کا نفاذ کرنا۔ مملکت کا اپنا ایک جغرافیائی رقبہ (Territory) ہوتا ہے جس کے اندر اس کا اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) پروان چڑھتا ہے۔ مملکت کی بنیاد ہوتی ہے عوام کا باہمی اتفاق رائے جس پر منحصر ہوتی ہے وہاں کی قانون سازی۔ آیئے آگے بڑھنے سے پہلے اس مظہر قدرت کے عمل تولید پر غور کر لیں۔ قدیمی یونانی فلسفی ارسطو (Aristotle) کے مطابق مملکت کا کام ہے عوام الناس میں اچھے چال چلن کے لیے تہذیب و اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو فروغ دینا، یہی طریقہ تھا روم کی کامن ویلتھ میں بھی اور اس سسٹم کے منتشر ہوجانے کے بعد یوروپ کے جاگیرداروں کے مابین لڑائی جھگڑے شروع ہوگئے تھے۔ پھر سولہویں صدی میں اٹلی کے مکیا ویلی (Machiavelli) نے اپنی کتاب دی پرنس میں مملکت کی مضبوطی و پائداری اور حکام کی حیات پذیری، شجاعت اور خودمختاری پر زور دیا چاہے اس کے لیے ضابطہ اخلاق کو بالائے طاق ہی کیوں نہ رکھنا پڑے۔ لیکن فرانس کے ژاں بوداں (Jean Bodin) کے مطابق مملکت کے مقصد تخلیق کے حصول اور اس کے تسلسل کے لیے واجب ہے کہ اس کے قوانین و ضابطوں کی بنیاد ہو سماج میں اخلاقیات کی پذیرائی پر۔ سترہویں صدی میں جان لاک (John Locke) کا کہنا تھا کہ مملکت ان افراد کی عکاسی کرتی ہے جو اس کی تخلیق و اس کا بندوبست کرتے ہیں اور انسان کی فطرت ہوتی ہے اپنے آپ میں دلچسپی لینا جس سے خودغرضی اور رقابت حریفانہ کے رجحان جنم لیتے ہیں، جبکہ عوام چاہتے ہیں کہ مملکت کا استعمال ہو ان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے۔ معلوم ہوا کہ مملکت دراصل ایک سماجی معاہدہ (Social Contract) ہے جس کے مطابق افراد متفق ہوجاتے ہیں کہ وہ زندگی، آزادی اور جائداد سے متعلق ایک دوسرے کے فطرتی حقوق (Natural Rights) کو پامال نہیں کریں گے اور اس طرح ہر فرد کو اس کی آزادی کا دائرہ مہیا ہوجاتا ہے۔ اسی لیے سوئزرلینڈ کے فلسفی روسو (Rousseau) نے کہا کہ مملکت کے اختیار و اقتدار اور اس کی بالادستی کی بنیاد فرمانروا کا حق حکمرانی نہیں ہے بلکہ عوام کی مجموعی مرضی و خواہش ہے، اس کا مقصد ہوتا ہے سماجی مفاد۔ لیکن اس کے بعد سے حکمرانوں و سیاستدانوں کے ذاتی مفاد کے مدنظر نیشن اسٹیٹ کی توضیع و ترجمانی میں بگاڑ پیدا ہونے لگا ہے۔ قوم پرستی (Nationalism) کا نیک نہاد ظہور امریکہ اور فرانس کے انقلابات میں ہوا تھا، وہاں سے لاطینی امریکہ کے نئے ممالک میں داخل ہوا پھر انیسویں صدی میں یوروپ سے ہوتا ہوا بیسویں صدی کے وسط تک تو ایشیا اور افریقہ میں اپنے نسب پر قائم رہا لیکن اس کے بعد وہ ناہموار و بے قرینہ ہو کے غیر متعلق و بیگانہ مقاصد کے لیے استعمال ہونے لگا۔ آخرکار قوم پرستی کی آڑ میں حکمرانوں کے ذاتی و سیاسی مفاد کو بڑھاوا دینے کا رواج پیدا ہونے لگا اور اس کی وجہ سے حقوق انسانی کی پامالی کو ملحقہ خسارہ (Collateral damage) سمجھا جاتا ہے۔ افسوس کہ اس طرح اپنے نیشن اسٹیٹ کے تئیں انفرادی عقیدت و عہد وفا کو غیر ملکی انسانی و گروپ مفادات پر ضرورت سے زیادہ اصرار و ترجیح کا نازیبا رواج دنیا میں جڑ پکڑتا جا رہا ہے، اسی لیے قومیت پرستی کے لیے علامہ اقبال کہہ گئے:

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

قومیت پرستی کے بالمقابل حب الوطنی (Patriotism) کہتے ہیں اپنے ملک سے محبت کو جس میں اجتماعی بھلائی (Common good) کا خیال رکھا جاتا ہے اور اس کے لیے شہریوں میں حب الوطنی کی روح کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ سب شہری مل کے بدعنوانی اور ظلم و زیادتی کی مزاحمت کرتے ہیں۔ وہ یقینی بناتے ہیں کہ ہر انسان کی قدر و قیمت برابر سمجھی جائے، نسلی امتزاج کا اثر ملکی پالیسیوں پر نہیں پڑے، کثرت وجود کو چیلنج کرنے کے بجائے اسے سماج کے لیے اثاثہ تسلیم کیا جائے، ملک کی غالب ثقافت وہاں کی ذیلی ثقافتوں کا اپنے اندر اطلاق کرنے کی خواہش نہ رکھے تاکہ وہاں آفاقی حب الوطنی (Cosmopolitan Patriotism) کی فضا قائم ہو جائے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے کہ اکیسویں صدی میں مملکت کا تصور عوامی خیر و عافیت و خوش حالی کی طرف ہم موڑ دیں۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی سے عالمگیریت، بعد از صنعت، پوسٹ ماڈرن زمانہ میں کسی حد تک نیشن اسٹیٹ کی مصنوعی خودتوقیری میں کمی آئی ہے۔ لیکن اس موضوع کے اسکالرس کا خیال ہے کہ حالیہ زمانہ کے متعدد نیشن اسٹیٹس اپنے یہاں سماجی اتصال و پیوستگی قائم نہیں کر پارہے ہیں، خصوصاً بین الاقوامی معاہدوں کی روشنی میں یہ نیشن اسٹیٹس اپنی اقلیتوں کے انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی نہیں بنا سکے ہیں۔ ہاں یہ خوش آئند امر ہے کہ انٹرنیٹ اور خاص کر سوشل میڈیا کے ذریعہ تصورات و اطلاعات کی خوش خلق ترسیل اور استعمال کی اشیا کی بڑھتی ہوئی عالمی دستیابی نے نیشن اسٹیٹس کے ان اشیا کے پیدا کرنے والے اور رجحان و رغبت کے اشاعت کار والے کردار پر ضرب لگائی ہے۔ آفاقیت، لبرل اقتصادی خیالات، لذتیت، کھلے مقابلہ پر مبنی آزاد منڈی جیسے جدید رجحانات نیشن اسٹیٹس کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ پھر بھی حوس چھپ چھپ کے سینوں میں تصویریں بناتی جا رہی ہے، اس نے نوع انسانی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے، قومیت پرستی کا خطرناک ہیکل جتنی شدت سے حقوق انسانی کو روندتا ہوا چلا جا رہا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان اور خصوصاً ہم لوگ زمین پر رسول اکرمؐ کی نیابت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں کچھ لوگوں کو تواخوت کا بیان کرنا ہوگا اور محبت کی زبان بننا ہوگا اور انھیں اس طرف توجہ دینی ہوگی کہ نیشن اسٹیٹ کا بیجا استعمال انسانیت مخالف مقاصد کے لیے نہ ہو۔

قومیت پرستی کا خطرناک ہیکل جتنی شدت سے حقوق انسانی کو روندتا ہوا چلا جارہاہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان اور خصوصاً ہم لوگ زمین پر رسول اکرمؐ کی نیابت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ لہٰذا دنیا میں کچھ لوگوں کو تواخوت کا بیان کرنا ہوگا اور محبت کی زبان بننا ہو گا اور انہیں اس طرف توجہ دینی ہو گی کہ نیشن اسٹیٹ کا بیجا استعمال انسانیت مخالف مقاصد کے لیے نہ ہو۔

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara, March 04, 2021

چینی وائرس سے قومی انفرااسٹرکچر کی حفاظت

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

گزشتہ گرمیوں میں ہمارے ملک عزیز کے فوجی جوانوں نے سرحد پر وادی گلوان میں چینی فوجیوں کو مزہ چکھایا تھا، جس کے چند ماہ بعد ممبئی میں بجلی چلے جانے کی وجہ سے ریل گاڑیاں رک گئیں اور اسٹاک مارکیٹ بند ہوگیا اور کورونا کی آفت کے دوران اسپتالوں کو جنریٹروں کا سہارا لینا پڑا۔ اب ایک نئی امریکی تحقیق نے اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں واقعات کا شاید باہمی تعلق رہا ہو، ممکن ہے کہ یہ چین کی بڑی چال کا ایک پینترہ رہا ہو، ہماری پاور گرڈ کے خلاف اس کی سائبر مسابقت کا جز اور اس کے ذریعہ وہ ہمیں یہ پیغام دینا چاہ رہا ہو کہ اگر سرحد پر ہم نے اپنا حق زور بازو سے جتایا تو ملک میں اندھیرا ہو سکتا ہے۔ وزیر خارجہ جے شنکر نے گزشتہ جنوری میں کہا تھا کہ چین پر ہمارے بھروسے میں کافی کمی آئی ہے اور یہ تشویش کا مقام ہے۔ اس کی وجہ تھی چینی ملٹری کے ذریعہ سرحد کا غیر معمولی محاصرہ، جواب میں ہمیں بھی وہاں اپنی موجودگی بڑھانی پڑی، نتیجتاً ایل او سی (LOC) پر تناؤ بننے لگا۔ امریکی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ جب پہاڑوں میں یہ دوطرفہ کشتی چل رہی تھی اس وقت ہمارے ملک میں بجلی کو کنٹرول کرنے والے کمپیوٹر سافٹ ویئر میں چین کا خبیث وائرس سرایت کر رہا تھا۔ اس وائرس کے چال چلن کو امریکہ کے شہر سامرول کی کمپنی ریکارڈیڈ فیوچر (Recorded Future) نے پرکھا ہے جو مختلف ممالک کے ذریعہ انٹرنیٹ کے استعمال پر تحقیق کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کمپنی ہمارے ملک کی بجلی کے سسٹم تک نہیں پہنچ سکتی، اس لیے وہ چین کے اس کوڈ کا تفصیلی معائنہ بھی نہیں کر سکتی تھی جس کے بارے میں کمپنی کا کہنا ہے کہ چینی وائرس ہمارے ملک میں بجلی کی تقسیم سے متعلق کمپیوٹر سسٹم میں جگہ جگہ پہنچا دیا گیا ہے۔ کمپنی کے چیف آپریٹنگ افسر اسٹورٹ سالومن نے کہا ہے کہ حکومت چین کی سرپرستی میں وہاں کا ریڈ ایکو گروپ (Red Echo Group) ہمارے ملک کے بجلی پیدا کرنے و اس کی ترسیل کرنے والے انفرااسٹرکچر (بنیادی ڈھانچہ) میں نازک مرحلہ والی تقریباً ایک درجن بحرانی و پراندیش گرہوں (Critical Nodes) پر خاموشی سے قبضہ کرنے کے لیے خلل اندازی تکنیک کا استعمال کررہا ہے۔

گزشتہ اکتوبر میں ممبئی میں جب بڑے پیمانہ پر طویل عرصہ کے لیے اچانک بجلی گل ہوگئی تھی تو سرکاری افسروں نے کہا تھا کہ قریب میں بجلی کا لوڈ تقسیم کرنے والے ایک مرکز پر چین کے سائبر حملہ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ اس کی تفتیش جاری ہے، جس کی رپورٹ چند ہفتوں میں آنے والی ہے۔ اس دوران چین کے خبیث کوڈ پر ابھی کوئی بیان نہیں آیا ہے کہ ریکارڈیڈ فیوچر کمپنی کے ذریعہ دیے گئے جدید چینی ہیکنگ کے ثبوتوں کی روشنی میں ہمارے ملک کی الیکٹرک گرڈ پر کس حد تک خطرات لاحق ہیں۔ ممکن ہے کہ ابھی چینی کوڈ کو سمجھنے کی کوشش جاری ہو گو کہ اس دوران ہمارے سابق سفارت کاروں کے مطابق اس کی وجہ سے ہند-چین تعلقات میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ جن امریکی تفتیش کنندان نے یہ رپورٹ لکھی ہے، ان کا کہنا ہے کہ کچھ اضافی ثبوت اشارہ کررہے ہیں کہ ہمارے ملک میں بجلی لوڈ کے مراکز جو مختلف علاقوں میں بجلی کی مانگ میں توازن قائم رکھتے ہیں، ان مراکز پر چین کے ذریعہ نشانہ بازی کے قوی امکانات ہیں۔ اس تازہ دریافت سے معلوم ہوتا ہے کہ حریف مخالف کی الیکٹرک گرڈ یا دیگر نازک انفرااسٹرکچر میں خبیث وائرس نصب کردینا اب دنیا میں جارحیت و مزاحمت کا نیا طریقہ بن کے ابھر رہا ہے اور اسے ایک تنبیہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر کسی نے اپنا ملکی حق مضبوطی سے مانگا تو اس ملک کے کروڑوں انسانوں کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے۔ ہمارے سابق لیفٹیننٹ جنرل اور سائبر ایکسپرٹ ڈی ایس ہوڈا کا کہنا ہے کہ چین کی حالیہ ظالمانہ کارروائی دراصل ہمارے لیے اشارہ ہے کہ سرحد پر اگر ہم نے زور زبردستی کی تو اس کے پاس یہ دوسری صلاحیت بھی موجود ہے جس کے ذریعہ اسے لشکر کش و نفسیاتی برتری حاصل ہوسکتی ہے۔ کئی برس قبل روس نے اسی لیاقت کا استعمال کر کے اپنے حریف ملک یوکرین میں بڑے پیمانہ پر بجلی گل کردی تھی۔ امریکہ کی ہوم لینڈ سیکورٹی نے اعلان کیا ہے کہ اس کی بجلی کی گرڈ روسی ہیکروں کے ذریعہ بنائے گئے کوڈ سے متاثر ہے، جس کی جوابی کارروائی کے طور پر روس کی بجلی گرڈ میں امریکی کوڈ ڈال دیے گئے ہیں۔

صدر بائیڈن کی انتظامیہ کے تحت اسی طرح کی تازہ روسی مداخلت سے 9 سرکاری ایجنسیوں اور 100 سے زائد کارپوریشنوں کو نقصان پہنچا ہے اور امریکہ جلد جوابی کارروائی کرے گا۔ موجودہ زمانہ میں سائبر خوف، تخریب کاری اور جنگ پر حالیہ کتاب 'دی پرفیکٹ ویپن' (The Perfect Weapon) کے امریکی مصنف ڈیوڈ سینگر کے مطابق اس طرح کی کارروائی کو نام دیا گیا ہے 'سولر ونڈ ہیک' (Solar Wind Hack)، جو شروع میں اطلاعات کی چوری کرنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی لیکن پھر اس کی تعیناتی تباہ کن حملوں کے لیے بھی ہونے لگی۔ امریکہ کا کہنا ہے کہ اس نے روسی دراندازی کا حل تلاش کر لیا ہے اور اسے نقصان نہیں ہوا ہے۔ پھر بھی چین اس مفروضہ پر آگے بڑھ رہا ہے کہ اس ایجاد سے جتنا نقصان ممکن ہے اس سے زیادہ حریف مخالف کے دل میں اس کے خوف سے اسے فائدہ ہوتا ہے۔ اس نئی نوعیت کے خطرہ سے نمٹنے کے لیے ہم نے کمپیوٹر ایمرجنسی رسپانس ٹیم (Computer Emergency Response Team-CERT) بنا رکھی ہے جو یقیناً اس معاملہ میں بھی ضروری تحقیق و سراغ رسانی کررہی ہوگی۔ جب ہند-چین سرحد پر حالیہ تناؤ بڑھا تو 5 دن کے اندر ہمارے ٹیکنالوجی اور بینکنگ انفرااسٹرکچر پر چین کی طرف سے ہیکنگ کی 40 ہزار سے زیادہ کوششیں نظر میں آئی تھیں، ان میں سے کچھ دخل اندازیاں اس شکل میں تھیں کہ گاہک کوشش کررہا ہے کچھ آن لائن خریدنے کی لیکن وہ ایسا نہیں کر پا رہا ہے، بلکہ کمانڈ دینے سے سسٹم بند ہو جاتا ہے۔ گزشتہ دسمبر میں ہماری غیر سرکاری تنظیم سائبر پیس فاؤنڈیشن کے صدر ونیت کمار نے ایک نئے چینی حملہ کے بارے میں بتایا۔ ہندوستانی شہریوں کو بھیجے گئے ای-میل میں اکتوبر و نومبر میں آنے والی چھٹیوں میں تفریحی پروگرام کا ذکر تھا، دراصل یہ کوشش تھی اس طرح ہندوستانیوں کے کمپیوٹر اور فون میں جگہ بنا لینے کی تاکہ مستقبل میں حسب ضرورت اس کا استعمال سائبر حملوں کیلئے کیا جاسکے۔ یہ ای-میل صوبہ گوینگ ڈانگ اور ہینان میں مقیم چینی تنظیم فینگ زیاؤ کنگ کے ذریعہ بھیجے گئے تھے۔ ونیت کمار کی فاؤنڈیشن نے دستاویز تیار کر رکھے ہیں جن میں ذکر ہے مزید خبیث چینی وائرسوں کا جن کا نشانہ ہیں ہمارے بجلی کے سسٹم اور پٹرولیم رفائنریز۔ ممبئی پولیس کی سائبر انٹیلیجنس کے یشسوی یادو کے مطابق چھان بین چل رہی ہے اور رپورٹ رواں مارچ ہی میں آجائے گی۔ لہٰذا ہمارے ریلوے اور بجلی سیکٹر میں چینی ہارڈ ویئر کو تبدیل کرنے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے اور چین کے ساتھ ہمارے معاہدوں پر نظر ثانی بھی کی جارہی ہے۔

> **جب ہند-چین سرحد پر حالیہ تناؤ بڑھا تو 5 دن کے اندر ہمارے ٹیکنالوجی اور بینکنگ انفرااسٹرکچر پر چین کی طرف سے ہیکنگ کی 40 ہزار سے زیادہ کوششیں نظر میں آئی تھیں، ان میں سے کچھ دخل اندازیاں اس شکل میں تھیں کہ گاہک کوشش کر رہا ہے کچھ آن لائن خریدنے کی لیکن وہ ایسا نہیں کر پارہا ہے، بلکہ کمانڈ دینے سے سسٹم بند ہو جاتا ہے۔**

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara March 18, 2021

میونسپل و پنچایتی اداروں میں ملی نمائندگی کے اہم نکتے

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

ہمارے ملک عزیز کے تمام صوبوں و مرکزی خطوں کے شہری و دیہی علاقوں میں میونسپل کارپوریشن، میونسپل بورڈ، ضلع پریشد، پنچایت سمیتی، گرام پنچایت وغیرہ کی طرح کے 25 ہزار سے زیادہ مقامی ادارے ہیں جنھیں ہندی میں نکائے کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں وارڈوں کی اوسط تعداد اگر 40 فرض کر لی جائے تو پورے ملک کے ان مقامی نکایوں میں وارڈوں کی کل تعداد 10,00,000 ہوتی ہے۔ ہر دس برس پر ملک میں مردم شماری (Census) ہوتی ہے جس کے شائع شدہ اعداد و شمار کی روشنی میں ان سبھی وارڈوں کی جغرافیائی حدبندی (Delimitation) میں ضروری ردوبدل کر دینا الیکشن مشینری کی قانونی ذمہ داری ہے اور پابندی وقت ایسا کر بھی دیا جاتا ہے۔ یہ ساری کارروائی جمہوریت کے تقاضوں کو پروان چڑھانے کے لیے غیر جانبداری سے ہوتی رہنی چاہیے لیکن اس میں تعصب پر مبنی خرد برد کی کافی گنجائش ہے۔ ہر صوبہ و مرکزی خطہ اپنے یہاں وارڈوں کی حد بندی کے لیے قانون و ضابطے بناتا ہے جن کے لیے ضروری ہے کہ وہ دستور ہند اور اس کی روشنی میں پارلیمنٹ کے ذریعہ بنائے گئے قوانین کے حدود کی پابندی کریں۔ ساتھ ہی سماج کے ذریعہ اس پر بھی نظر رکھنے کی اشد ضرورت ہے کہ صوبائی قوانین و ضابطوں کا نفاذ مکمل طور پر و صدق دل سے ہو رہا ہے کہ نہیں۔ اور اگر نہیں ہو رہا ہے تو اس کی تصحیح کے لیے ضروری کارروائی کی جانی چاہیے۔ لیکن یہ معاملہ ایسا ہے جس میں عوام کو عموماً دلچسپی نہیں ہوتی ہے حالانکہ اس تساہل عارفانہ کا خمیازہ جمہوری نظام کو اور خصوصاً اقلیتوں و دیگر کمزور طبقوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ مثلاً میونسپل کارپوریشن کے تحت کل آبادی کو وہاں کے وارڈوں کی تعداد سے تقسیم کر کے ایک اوسط ہندسہ بتا دیا جاتا ہے تاکہ ہر وارڈ اس طور پر تشکیل دیا جائے کہ اس میں کل آبادی اتنی ہی ہو جتنی طے کی گئی ہے، ہاں 10 فیصد اوپر نیچے ہونے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس تجاوز کی وجہ تحریری طور پر درج کی جائے۔ چھان بین کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس ضابطہ کی خوب کھل کر اندیکھی بلکہ خلاف ورزی کی جاتی ہے جس کا کوئی تحریری جواز بھی درج نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر دس ہزار کی آبادی پر ایک وارڈ بننا چاہیے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ملی آبادی تقریباً غیر موجود ہے وہاں تو 5 ہزار سے کم آبادی پر بھی ایک وارڈ بن گیا ہے لیکن جہاں گنجان ملی آبادی ہے وہاں 20 ہزار سے زیادہ آبادی پر بھی صرف ایک ہی وارڈ بنایا گیا ہے۔

2017 کے الیکشن سے پہلے دہلی میونسپل کارپوریشن اور گریٹر ممبئی میونسپل کارپوریشن میں وارڈوں کی حدبندی میں گڑبڑیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے زکوۃ فاؤنڈیشن آف انڈیا نے حوالوں سے بھرپور طویل نوٹسوں کی تعمیل متعلقہ صوبائی الیکشن کمشنروں پر کر دی تھی جس کے نتیجہ میں ان دونوں کارپوریشنوں میں متعدد وارڈوں کی حدبندی میں صوبائی الیکشن کمیشنوں کو تبدیلی کرنی پڑی تھی۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ 2017 کے الیکشن میں ان کارپوریشنوں میں ملی نمائندگی میں اضافہ ہو گیا۔ اس سے کئی برس قبل جب یوپی کے دو حصہ کر کے اتراکھنڈ بنایا گیا تھا تو انتخابی حلقوں میں پھیر بدل ہونا لازمی تھا، مرکزی الیکشن کمیشن نے پبلک نوٹس جاری کیا کہ وہ سہارنپور کو ریزرو کرنے جا رہے ہیں (مردم شماری کے مطابق وہاں ملی آبادی 45 فیصد ہے)، زیڈ ایف آئی نے باقاعدہ یہ اعتراض داخل کر دیا کہ سہارنپور میں شیڈولڈ کاسٹ کی آبادی معمولی ہے جبکہ دیگر انتخابی حلقوں میں شیڈولڈ کاسٹ کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ معاملہ کی سنوائی کے بعد الیکشن کمیشن نے سہارنپور کو ریزرو کرنے کا اپنا ارادہ ترک کر دیا اور اس کے بجائے زیڈ ایف آئی کے ذریعہ نشاندہی کیے گئے متبادل انتخابی حلقوں میں سے ایک کو ریزرو کر دیا (جہاں ملی آبادی معمولی ہے لیکن شیڈولڈ کاسٹ آبادی کی شرح بہت زیادہ ہے)۔ اس سلسلہ کی تازہ ترین کڑی ہے مہاراشٹر میں اورنگ آباد

> **اس سے کئی برس قبل جب یوپی کے دو حصہ کر کے اتراکھنڈ بنایا گیا تھا تو انتخابی حلقوں میں پھیر بدل ہونا لازمی تھا، مرکزی الیکشن کمیشن نے پبلک نوٹس جاری کیا کہ وہ سہارنپور کو ریزرو کرنے جا رہے ہیں۔ زیڈ ایف آئی نے باقاعدہ یہ اعتراض داخل کر دیا کہ سہارنپور میں شیڈولڈ کاسٹ کی آبادی معمولی ہے جبکہ دیگر انتخابی حلقوں میں شیڈولڈ کاسٹ کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ معاملہ کی سنوائی کے بعد الیکشن کمیشن نے سہارنپور کو ریزرو کرنے کا اپنا ارادہ ترک کر دیا۔**

میونسپل کارپوریشن، وہاں 2020 میں الیکشن ہونا تھا، زیڈ ایف آئی نے حدبندی میں گڑبڑیوں پر اعتراض درج کیا جسے مہاراشٹر کے الیکشن کمیشن نے اور پھر ہائی کورٹ نے رد کر دیا، اس دوران کووڈ وائرس (Covid-19) کی وجہ سے الیکشن ملتوی ہو گیا، موقع کا فائدہ اٹھا کے زیڈ ایف آئی سپریم کورٹ چلا گیا جس نے مہاراشٹر الیکشن کمیشن کو نوٹس جاری کر دیا ہے اور اس اثنا میں اورنگ آباد میں الیکشن پر الحمدللہ پابندی لگا دی۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ سے پورا ملک پابند ہوتا ہے لہٰذا ذی فہم پیروی جاری ہے کہ معاملہ کی بنیادی خرابی پر عدالت کی توجہ دلا کر ایسا فیصلہ حاصل کیا جا سکے جس سے اس طرح کی شاطرانہ کارروائی پر ملک گیر ضرب کاری لگ جائے۔ اس اہم ایشو کو قدرے تفصیل سے سمجھنا کارآمد رہےگا۔

دستور ہند کے آرٹیکل 243T کے مطابق جو وارڈ شیڈولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو کیے جانے ہیں، ان کا تعین کرتے وقت یہ اجازت ہے کہ ہر پانچ برس کے بعد منعقد ہونے والے الیکشن میں پہلے کی بہ نسبت مختلف وارڈ ریزرو کیے جائیں یعنی ریزرو ہونے والے وارڈوں کا روٹیشن (Rotation) کیا جا سکتا ہے۔ اس دستوری اجازت کی روشنی میں مہاراشٹر نے اپنے متعلقہ قانون کے سیکشن (1)10 میں لکھ دیا کہ (i) شیڈولڈ کاسٹ، (ii) شیڈولڈ ٹرائب، (iii) بیکورڈ کلاسز اور (iv) خواتین کے لیے ریزرویشن کے مقصد سے وارڈوں کا تعین اس طور پر کیا جائے گا کہ ہر وارڈ کو ریزرویشن کا فائدہ پہنچے۔ یہاں نوٹ کرنے کا نکتہ یہ ہے کہ آبادی میں خواتین کا تناسب تو ہر وارڈ میں اور ہر طبقہ میں تقریباً یکساں ہی ہوتا ہے، اس لیے یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ خواتین کے لیے ریزرویشن کا فائدہ ہر وارڈ کو پہنچنا چاہیے۔ لیکن آبادی میں شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کا تناسب تو ہر وارڈ میں یکساں نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کی آبادی تھوڑے سے ہی وارڈوں میں مرکوز (Concentrated) ہوتی ہے۔ اسی لیے حدبندی قانون (Delimitation Act) کے سیکشن (c-d)(1)9 میں پابندی لگائی گئی ہے کہ شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے لیے وہ انتخابی حلقے ریزرو کیے جائیں گے جہاں کی آبادی میں شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کا تناسب سب سے زیادہ ہو۔ ظاہر ہے کہ حدبندی کا یہ پارلیمانی قانون دستور کی منشا سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس طور پر یہ معلوم ہوا کہ مہاراشٹر کے قانون کا مندرجہ بالا سیکشن غیر دستوری (Unconstitutional) ہے۔ اس نکتہ پر خدا کرے سپریم کورٹ زیڈ ایف آئی کے حق میں فیصلہ دے دیتی ہے تو مستقبل میں ملت کو اس کی واجب جمہوری نمائندگی ملتی رہےگی، کیونکہ اس غلط قانون کی آڑ میں ملی تسلط والے وارڈ شیڈولڈ کاسٹ کے لیے ریزرو کر دیے جاتے ہیں جبکہ شیڈولڈ کاسٹ کی تعریف میں سے مسلمانوں کو شاطرانہ طور پر 1950 میں ہی نکال دیا گیا تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مہاراشٹر کے الیکشن کمیشن نے سپریم کورٹ میں داخل کیے گئے اپنے بیان حلفی میں کہا ہے کہ زیڈ ایف آئی نے یہ غلط فرض کر رکھا ہے کہ شیڈولڈ کاسٹ و شیڈولڈ ٹرائب کے لیے صرف وہی وارڈ ریزرو ہو سکتے ہیں جہاں ان کی آبادی کا تناسب مقابلتاً زیادہ ہو، شاید گیدڑ شہر کی طرف بھاگ رہا ہے۔ قوی امید ہے کہ عدالت عظمیٰ جمہوری قانون سازی (Democratic Jurisprudence) کے دائمی اصولوں کا ساتھ دےگی۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ مرکزی و صوبائی الیکشن کمیشنوں کی نگرانی کرنے والے اور ضلع سطح پر حدبندی کے فیصلے کرنے والے لوگ سول سروسز و صوبائی افسرشاہی کے افراد ہی ہوتے ہیں، ملت کو ان معاملات میں دلچسپی و دلجوئی سے کام کرنے کی ضرورت ہے، اس مقصد سے زیڈ ایف آئی جلد ہی ادارہ ساز اقدام کرنے والا ہے۔

info@zakatindia.org

Rashtriya Sahara April 22, 2021

مصر کی نہر سوئز میں حالیہ رکاوٹ اور عالمی تجارت

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

مصر میں نہر سوئز بحیرہ روم (Mediterranean Sea) کو بحیرہ احمر (Red Sea) سے جوڑتی ہے، عالمی تجارت کو آسان بنانے کے لیے کرۂ ارض پر یہ انوکھی سہولت ہے جس کا شمار دنیا کی اہم ترین سمندری نسوں میں ہوتا ہے، اس نہر کی 193 کلومیٹر کھدائی کا کام 1859 میں شروع ہوا تھا، اس کام میں دس لاکھ مصری شہریوں نے حصہ لیا تھا اور اس کی کھدائی کے دوران 1,30,000 مصری مزدور غرقاب ہو گئے تھے۔ یہ نہر اس وقت یوروپ کو اس کے زیر استعمار کالونیوں سے بھی جوڑتی تھی۔ مصر کے وزیر دفاع احمد عرابی نے وہاں پر تعینات سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم خدیو محمد توفیق باشا کے خلاف بغاوت کردی تھی جنھوں نے اس بنا پر برطانیہ کو مصر میں مداخلت کرنے کے لیے مدعو کیا۔ لہٰذا 1882 میں برطانیہ نے مصر پر بمباری کر کے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اس کے آگے بڑھنے میں وہ ناکام رہا۔ عرابی نے نہر سوئز کو پاٹنے کا پلان بنایا تاکہ برطانوی فوج اندرون مصر داخل نہ ہو پائے۔ لیکن سوئز کمپنی کے صدر فردینیوں دی لیسپس نے عرابی کو بہکایا کہ کمپنی کی زیادہ تر ملکیت فرانس و دیگر ممالک کے پاس ہے اس لیے برطانیہ نہر سوئز کی طرف نظر اٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔ 13 ستمبر 1882 کو برطانوی فوج نہر سوئز کے ذریعہ مصر میں داخل ہوگئی، 1396 مصری فوجی مارے گئے۔ پھر 1956 میں صدر جمال عبدالناصر نے نہر سوئز کو مصر کی قومی ملکیت (Nationalization) میں لے لیا جس کے تین ماہ کے اندر ہی نہر کے پوربی کنارے پر اسرائیلی فوج نے حملہ کردیا جس میں فرانس اور برطانیہ نے اسرائیل کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد پھر جون 1967 میں اسرائیل نے مصر، شام اور اردن پر حملہ کر کے نہر سوئز کے پورب میں جزیرہ نما سیناء پر قبضہ کرلیا۔ اس دوران 1956 اور 1967 کی جنگوں کے بعد بتدریج پانچ ماہ اور آٹھ برس کے لیے نہر سوئز بند رہی تھی۔ بعد ازاں 1973 میں مصری فوج نے نہر سوئز پار کر کے اس کے پورب میں جوابی حملہ کیا جس کے بعد 1978 کے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے تحت جزیرہ نما سیناء کی خودمختاری مصر کو واپس مل گئی، جبکہ نہر پر تو 1956 سے ہی حکومت مصر کا کنٹرول ہے۔ گزشتہ برس 2020 میں نہر سوئز سے 18,829 جہاز گزرے تھے جن کے ذریعہ 1.17 ارب ٹن تجارتی سامان کی عالمی نقل و حمل ہوئی اور اس سے 5.61 ارب امریکی ڈالر کی آمدنی ہوئی۔

گزشتہ دنوں نہر سوئز کے بند ہو جانے سے دنیا بھر میں بھاری مالی نقصانات ہوئے پھر بھی بازیافتی دستوں نے چاندنی اور سمندر کے مد و جزر (Tide) کا فائدہ اٹھا کر نہر میں پھنسے ہوئے 2,20,000 ٹن مال سے لدے ہوئے 1,300 فٹ مدار والے ضخیم کارگو جہاز ایور گیون (Ever Given) کو کھسکانے میں کامیابی حاصل کرلی، اس جہاز کو چلانے والی تائیوانی کمپنی کا نام ہے ایور گرین (Evergreen)۔ کمپنی کا کہنا ہے کہ جہاز کے خشکی میں چلے جانے کی وجہ تھی ریتیلے طوفان کے ساتھ گرم ہوا، لیکن ماہرین کا خیال ہے کہ اس میں انسانی خطا کا بھی شائبہ ہے۔ اسی روز 12 جہاز نہر سے گزر چکے تھے، گزشتہ وقت میں اس سے بھی بڑے طوفان میں جہاز نہر سوئز سے گزرے ہیں۔ ایور گیون جہاز پر سوار کارگو میں کار، تیل، لیپ ٹاپ وغیرہ شامل تھے جنھیں ایشیا اور مشرق وسطی سے یوروپ اور امریکہ (پوربی ساحل) بھیجا جا رہا تھا۔ راستہ بند ہونے سے 450 جہاز ایک ہفتہ تک لائن میں کھڑے گزرگاہی کے منتظر رہے، جن پر صرف کچا تیل ہی 9.8 ملین بیریل سوار تھا جو روزانہ کے عالمی استعمال کا دسواں حصہ ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ اس رکاوٹ کی وجہ سے عالمی تجارت میں 10 ارب امریکی ڈالر کا اوسط یومیہ خسارہ ہوا ہے۔ ہاں اس دوران انتظار نہ کرتے ہوئے بہت سے جہاز واپس مڑ کے براعظم افریقہ کے جنوبی ساحل سے گزر کر بہت لمبا متبادل راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے جس کی وجہ سے انھیں صرف ایندھن پر ہر روز 26,000 ڈالر کا اضافی خرچ کرتے ہوئے کئی ہفتہ زیادہ کا سفر کرنا ہے، ایک جہاز تو دوبارہ یو ٹرن کر کے نہر سوئز کی طرف چل پڑا ہے۔ افریقہ کے کیپ آف گوڈ ہوپ سے ہو کر گزرنے والا یہ متبادل راستہ خطرناک بھی ہے، یہ سمندری سفر کی کہانیوں میں خاصہ بدنام ہے، اس راستہ میں سیکڑوں تباہ شدہ جہازوں کا ملبہ موجود ہے، اسے جہازوں کا قبرستان بھی کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام کیپ آف گوڈ ہوپ پرتگال کے بادشاہ جان دوم نے اس لیے رکھا تھا کہ اس بحری راستہ کی ایجاد کے بعد یوروپ سے ہندوستان پہنچنا آسان ہو گیا تھا۔ 1852 کے دوران افریقہ کے جنوبی ساحل کے پاس سمندر میں ڈوبی ہوئی چٹان سے ٹکرانے کے بعد فوجیوں اور کچھ عام شہریوں کو لے جاتے ہوئے برطانیہ کے جہاز برکین ہیڈ (Birkenhead) کو ہنگامی حالات میں خالی کروانے کے سلسلہ میں 'سب سے پہلے عورتیں اور بچے' کا فقرہ ایجاد ہوا تھا، تب جہاز پر سوار 643 افراد میں سے صرف 193 ہی بچائے جا سکے تھے۔

انگلستان سے ایشیا کے درمیان مرچنٹ جہاز آرنسٹن (Arniston) 1815 میں کیپ آف گوڈ ہوپ کے پاس سمندری طوفان میں پھنس گیا تھا اور پتھریلے ساحل سے اس کی ٹکر ہو گئی تھی، جہاز پر سوار 378 لوگوں میں سے صرف 6 افراد بچ سکے تھے وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ ماضی میں غرق شدہ کسی جہاز کے ملبے کے سہارے تیرتے رہے اور پھر دو ہفتہ تک وہ ایک غار میں رہے جہاں وہ ملبہ میں سے حاصل کیا ہوا دلیہ کھاتے رہے تھے۔ نیو یارک کے صحافی رک گلیڈسٹون کے مطابق کیپ آف گوڈ ہوپ کے پاس جہازوں کا اس قدر ملبہ ہے کہ جنوبی افریقہ نے وہاں تفریحی پکنک کے طور پر ہائکنگ یعنی طویل پیدل سفر کا بندوبست کر رکھا ہے، وہاں 1682 سے 1992 کے دوران 120 جہاز تباہ ہوئے تھے۔ آسٹریلیا کا مسافر جہاز واراتہ جسے آسٹریلیا کا ٹائیٹینک بھی کہا جاتا ہے، 2009 میں ڈربن سے کیپ ٹاؤن کے درمیان اچانک ڈوب کر غائب ہو گیا، نہ جہاز کا کچھ پتہ چلا اور نہ اس پر سوار 211 افراد کا۔ رابن ناکس جانسٹن نے تاریخ میں پہلی دفعہ 1968-69 میں دنیا کے چاروں طرف تنہا بحری سفر کرنے کا خطاب حاصل کیا تھا، انھوں نے کہا ہے کہ نہر سوئز سے ہو کر گزرنے والوں کو چاہیے کہ وہ مجبوراً کیپ آف گوڈ ہوپ کی طرف ممکنہ انحراف کے لیے اپنے ٹائم ٹیبل میں 14 دن کا اضافہ کرلیں۔ یاد رہے کہ 2012 میں ملک اٹلی کے ساحل کے قریب بحری سفر والا جہاز کوسٹا کانکارڈیا (Costa Concordia) پانی میں الٹ گیا تھا تب اس جہاز کو بچا کے نکال لینے والے عمل کے سربراہ کیپٹن نک سلون نے بتایا ہے کہ نہر سوئز کے حالیہ بحران میں سمندر اور جہاز کے سروے کے بعد کمپیوٹر ماڈل کے ذریعہ طے کیا گیا کہ سمندری فرش کی کھدائی اس طور پر ہو کہ جہاز کو نقصان نہ پہنچے۔ اگر اس عمل میں لگی ہوئی کھینچنے والی کشتیاں (Tugboats)، کھدائی کرنے والی مشینیں (Dredgers) اور پمپ کامیاب نہیں ہوتے تو اس کا تیل باہر نکالنے کے لیے ٹینکر کے ساتھ جہاز پر سے کنٹینروں کو اتارنے کے لیے دنیا کے سب سے بڑے کرین اور ہیوی ڈیوٹی ہیلی کاپٹروں کا استعمال کرنا پڑ سکتا تھا۔

info@zakatindia.org

کورونا: ضروری مفاہمت واندرون خانہ تدابیر

ڈاکٹر سید ظفر محمود

کورونا وائرس میں مرض پیدا کرنے کی ایسی اہلیت ہے، جس کو برداشت کرنے کے لیے انسانی جسم میں فطری قوت مدافعت (Immunity) عموماً نہیں ہے، اس سے بہت زیادہ انسانی نقصان ہو چکا ہے، اب اس سے بچاؤ کے لیے تن من دھن سے لگنے میں عقلمندی ہے، اس کی روک تھام بھی کی جانی چاہیے۔ یاد رہے ہمیں اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر نظر رکھنی ہے۔ بخار کئی دنوں تک نہیں رہنا چاہیے، اس کے لیے دن میں ایک پیراسیٹامول (Paracetamol) ٹیبلٹ کھانی ہے اور کپڑا بھگو کے اور نچوڑ کے ماتھے، ہاتھوں اور پیروں پر رکھنا ہے۔ منھ کا ذائقہ خراب رہے پھر بھی غذا جسم میں جاتی رہنی ہے تاکہ کمزوری زیادہ نہ ہو۔ آکسیجن کا لیول مانیٹر کرنے کے لیے کیمسٹ کے یہاں سے آکسیمیٹر (Oxymeter) خرید لیجیے، پہلے سستا تھا اب دو ہزار روپے تک کا ملنے لگا ہے۔ یہ چھوٹا سا آلہ ہوتا ہے، ایک ہاتھ سے آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے۔ اس میں اپنی شہادت کی انگلی ڈال کے ایک منٹ تک روک کے اپنا آکسیجن لیول چیک کیا جا سکتا ہے۔ دن میں تین چار دفعہ کرنا ہے، ریڈنگ کو نوٹ کرتے رہنا ہے اور اس کا چارٹ بنا کر کوالیفائڈ فیملی ڈاکٹر سے فون پر گفتگو کرتے رہنا ہے۔ پے ٹی ایم یا گوگل پے کے ذریعہ ڈاکٹر کی فیس ادا کی جا سکتی ہے۔ اگر آکسیجن لیول 96 اور 100 کے درمیان رہتا ہے تو ٹھیک ہے، لیکن 95 یا اس سے کم ہونے پر تو جہ درکار ہے۔

پوری دنیا کے ڈاکٹر اور سائنٹسٹ کہتے ہیں کہ اوندھے لیٹ کر سانس لینے سے پھیپھڑوں میں آکسیجن زیادہ جاتی ہے، لیکن اس حالت میں پیٹ بستر یا زمین پر ٹکا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا آسان طریقہ ہے، سینے اور جانگھوں کے نیچے تکیے لگا دیجیے، اس طرح پیٹ فری رہے گا۔ دونوں ہاتھوں کو ملا کے بستر یا زمین پر رکھ کے ان پر ماتھے کو ٹکایا جاسکتا ہے۔ اس طرح لیٹنے کو انگریزی میں پرونگ (Proning) کہتے ہیں۔ جتنی دیر تک لیٹا جا سکے لیٹنا چاہیے، بہتر ہے ایک گھنٹے تک یا اس سے زیادہ۔ پھر داہنی کروٹ لے کر تھوڑی دیر لیٹے رہیے۔ پھر اٹھ کر بستر یا زمین پر تھوڑی دیر کے لیے سیدھے بیٹھ جائیے اور پیروں کو سامنے پھیلا کر رکھئے۔ امریکہ کے صوبہ فلوریڈا میں مقیم ڈاکٹر احمد رفاعی کا کہنا ہے کہ پرونگ کرنے میں گھٹنوں کو موڑ کر زمین پر ٹیک دینا چاہیے، ظاہر ہے کہ اس حال میں تو پیٹ خود ہی زمین سے کافی دور رہے گا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس پرونگ کے دوران دو تین دفعہ قصداً کھانسنا بھی چاہیے۔ اس پس منظر میں آئیے ذرا غور کریں پانچ وقت کی نمازوں میں کم از کم 64 سجدوں کی کیفیت پر۔

پوری دنیا کے ڈاکٹر اور سائنٹسٹ کہتے ہیں کہ اوندھے لیٹ کر سانس لینے سے پھیپھڑوں میں آکسیجن زیادہ جاتی ہے، لیکن اس حالت میں پیٹ بستر یا زمین پر ٹکا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا آسان طریقہ ہے، سینے اور جانگھوں کے نیچے تکیے لگا دیجئے، اس طرح پیٹ فری رہے گا۔ دونوں ہاتھوں کو ملا کے بستر یا زمین پر رکھ کے ان پر ماتھے کو ٹکایا جاسکتا ہے۔ اس طرح لیٹنے کو انگریزی میں پرونگ (Proning) کہتے ہیں۔ جتنی دیر تک لیٹا جاسکے لیٹنا چاہیے، بہتر ہے ایک گھنٹے تک یا اس سے زیادہ۔

انسان جب عام طور پر سانس لیتا ہے تو اس کے اندر جانے والی آکسیجن کا دو تہائی حصہ باہر واپس نکلتا ہے، پھیپھڑے کی ایک تہائی وسعت کے مطابق ہوا اندر ہی رہتی ہے۔ لیکن سجدے کے دوران معدے کے اندر آنتیں پردہ شکم یا ڈائیفرام (Diaphragm) کو دباتی ہیں اور ڈائیفرام پھیپھڑے کے نیچے والے حصہ کو دباتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچی ہوئی ایک تہائی ہوا بھی باہر چلی جاتی ہے، اس طور پر پھیپھڑے کی بلکہ جسم میں سانس لینے کے پورے سسٹم کی مضبوطی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور نمونیا اور پھیپھڑے سے متعلق دیگر بیماریوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ ساتھ ہی روحانی طور پر سجدے کے دوران بندہ چاہے تو اس کو کچھ اسی نوعیت کا احساس ہو سکتا ہے جیسا حضور اقدسؐ کو دوران معراج ہوا تھا۔ سجدہ کے دوران بندہ اپنے کو بلا شرکت غیرے اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے اپنے کو سونپ دیتا ہے، اس کی دی ہوئی نعمتوں کے لیے اس کی تعریف کرتا ہے اور دیگر عنایات کے لیے دعا کرتا ہے۔ سجدے کے دوران دماغ کے مقابلہ میں دل اونچائی پر ہوتا ہے لہٰذا بندہ عقل کو بالائے طاق رکھ کر صرف عشق الٰہی میں مگن رہتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان ناکافی ہیں اس کی ربوبیت کو اپنے میں سمالینے کے لیے لیکن میرے پسندیدہ بندہ کا دل اس کام کے لیے کافی ہے۔

ہمارے ملک عزیز ہندوستان میں کورونا سے متاثر لوگوں کی تعداد میں روزانہ اضافہ کا ہندسہ 3,50,000 پار کر چکا ہے، مہاماری کے ماہرین کے مطابق یہ ہندسہ جلد پانچ لاکھ تک پہنچ جائے گا۔ ملک میں روز کورونا سے تین ہزار سے زیادہ افراد فوت ہو رہے ہیں۔ مرکزی و صوبائی تعلیمی بورڈوں نے امتحان و یو پی ایس سی نے سول سروسز کے انٹرویو ملتوی کر دیے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو محتاط رہنا ہے۔ جو ہوا سانس کے ذریعہ ہمارے پھیپھڑوں میں جاتی ہے، اس میں آکسیجن 21 فیصد ہوتی ہے لیکن

جائزہ

کورونا کے مریض کو اس سے زیادہ تناسب میں آکسیجن چاہیے ہوتی ہے، اس لیے اسے پلانٹ سے بن کر آئے ہوئے سلنڈر سے آکسیجن دینی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مارکیٹ میں آکسیجن کنسنٹریٹر مشینیں بھی مل رہی ہیں۔ سکھوں کے ذریعہ خالصہ ایڈ (Khalsa Aid) سے 9115609005 پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ الحمدللہ ہم ہندوستانیوں کی بڑی تعداد ابھی تک اس موذی مرض سے بچی ہوئی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں کا ابھی ویکسینیشن (Vaccination) نہیں ہوا ہے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ مستقبل کے لیے خطرناک ہے۔ کچھ لوگوں کا بھرم ہے کہ ویکسین سے نقصانات ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں ایسی کوئی تحقیق نہیں ہوئی ہے جس سے اس افواہ کی تصدیق ہو، اس کے علاوہ دنیا میں کوئی انجکشن، ویکسینیشن، ٹیبلیٹ، سیرپ وغیرہ آج تک ایسا بنا ہی نہیں جس کے کچھ نہ کچھ نقصانات نہ ہوں، لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ کسی دوا سے کتنے فیصد فائدہ ہے اور اس کی وجہ سے کتنی مہلک بیماریوں سے انسانیت محفوظ رہ سکتی ہے۔ امریکہ میں مقیم ہندوستانی ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق ہندوستان میں ملنے والی دونوں ویکسین یعنی کووی شیلڈ اور کوویکسین (Covishield & Covaxin) کی تاثیر بہت عمدہ ہے، ان سے کورونا بیماری سے بچاؤ ہوتا ہے اور ویکسین شدہ افراد دیگر موذی انفیکشن سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جو لوگ پہلے سے بیماریوں سے گھرے ہوں انھیں ویکسینیشن جلدی کروالینی چاہیے۔

اگر ویکسین لگنے کے بعد بھی ایک آدھ فیصد لوگوں کو بیماری ہوتی ہے تو بھی یہ بیماری ہلکی پھلکی ہی رہے گی اور گھر میں رہ کر احتیاط کرتے رہنے سے رفع بھی ہو جائے گی۔ راقم السطور و اس کے اہل خاندان نے ویکسینیشن کروا لیا، قارئین سے استدعا ہے کہ جلد یہ کام کروا لیں۔ امریکہ کے چیف میڈیکل ایڈوائیزر انتھانی فاسی نے بتایا ہے کہ ہندوستان کے بھارت بایوٹیک میں بننے والی 'کوویکسین' کورونا بیماری کی نئی ہندوستانی شکل B.1.617 سے بھی بچاؤ کرتی ہے۔ ویکسین تیار کرنے کے لیے اربوں کھربوں جراثیم سے ڈی این اے لوپ بنائے جاتے ہیں جن میں کورونا وائرس کے توارث کی اکائیاں موجود ہوتی ہیں، انھیں پلازمڈ (Plasmid) کہا جاتا ہے، یہی ویکسین کے لیے خام مال (Raw material) ہوتے ہیں۔ ان ترمیم شدہ جراثیم کو رات بھر بالیدگی کا موقع دیا جاتا ہے پھر انھیں غذائیت سے بھرپور شوربے میں خمیر بننے کے لیے منتقل کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ چار دن تک رہتے ہیں اس عرصہ میں ہر بیس منٹ پر ان کی آبادی کئی گنا ہو کر کھربوں ڈی این اے پلازمڈ بنتے ہیں۔ پھر ان میں سائنٹسٹ لوگ کیمیکل ملا کے جراثیم الگ کر دیتے ہیں اور صرف پلازمڈ رہ جاتے ہیں، ان کی ٹیسٹنگ کی جاتی ہے، ان میں پروٹین کے انزائم ملائے جاتے ہیں، اس طرح ایک لیٹر خالص ڈی این اے رہ جاتا ہے جس سے ویکسین کی پندرہ لاکھ خوراک تیار ہوتی ہیں۔ اس کے بعد دو ماہ کا وقفہ لگتا ہے مینوفیکچر اور ٹیسٹنگ میں، پھر ویکسین کی خوراک تیار ہوتی ہیں۔ دریں اثنا قرب و جوار اور اعزاء اقرباء میں جو لوگ کورونا وائرس کے شکار ہو کر دنیا سے جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت فرمائے، آمین۔

info@zakatindia.org

کورونا وائرس اور لیلۃ القدر

ڈاکٹر سید ظفر محمود

انسانی جسم میں جب کورونا وائرس داخل ہوتا ہے تو عموماً وہ بخود اپنی اندرونی بناوٹ واس کی تاثیر کو بدلنے (Mutate) لگتا ہے اور نئی تجدید شدہ شکل میں زیادہ آسانی سے ترسیل پذیر اور مزید تباہ کن ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی ایک بدلی ہوئی وبائی شکل جس کو B.1.1.7 کہتے ہیں نے رواں برس 2021 کی شروعات میں برطانیہ میں بہت تباہی مچائی تھی اور وہ یوروپ وامریکہ میں بھی داخل ہو چکا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اپنی گزشتہ شکل کے مقابلہ میں یہ 60 فیصد زیادہ وبائی اور 67 فیصد مزید تباہ کن ہے، ساتھ ہی کورونا وائرس اپنی ایک تیسری شکل میں جسے P.1 کہتے ہیں، فی الوقت لاطینی امریکہ میں اپنا غصہ اتار رہا ہے۔ 30/اپریل کو ہمارے ہندوستان میں ایک دن میں کورونا بیماری کے چار لاکھ سے زیادہ نئے مریض رپورٹ کیے گئے تھے جو کسی ملک کے لیے اب تک کا عالمی ریکارڈ ہے جبکہ ماہرین کے مطابق اصل تعداد اس سے بھی زیادہ ہے، جنوبی امریکہ کے ممالک برازیل، پیرو وغیرہ میں بھی کورونا کی مہلک موجیں بھنور بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے یہاں یہ بیماری یا تو B.1.1.7 کی شکل میں پھیلی ہوئی ہے یا یہاں اس کی ایک مزید نئی شکل B.1.617 ہے۔ امریکہ میں 44 فیصد بالغ شہریوں کو اس وائرس سے بچاؤ کے لیے ویکسین کی کم از کم ایک خوراک مل چکی ہے جس کے باوجود وہاں اب تک گروہی قوت مدافعت (Herd Immunity) کی صورت پیدا نہیں ہو سکی ہے جس کی وجہ سے وائرس پھیلنا بند ہونے لگتا ہے کیونکہ اس کے مسکن کے لیے دستیاب افراد کی تعداد میں کمی آ جاتی ہے، اس دہلیز کو پار کرنے میں وہاں ویکسین لگوانے میں تردد آنا کافی ہی اب تک رکاوٹ بنی ہوئی ہے، باقی دنیا خاص کر غریب ممالک میں تو ویکسین کی دستیابی ہی مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ ہندوستان میں اب تک 2 فیصد سے کم لوگوں کو ویکسین لگ سکی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس موذی عالمی وبا سے چھٹکارا پائیں تو ہم اس وائرس کو اجازت نہیں دے سکتے کہ یہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں آوارہ گھومتا پھرے۔ اب تک کی تحقیقی دلیلوں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فی الوقت دنیا میں موجود سبھی ویکسین وائرس سے بچاؤ کے لیے کم وبیش خوب کارآمد ہیں، گو کہ آئندہ ان کی تاثیر میں کمی آ سکتی ہے، وائرس کے منحرف شکلوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ویکسین میں افزائش (Booster Shot) کی کوشش چل رہی ہے لیکن غریب ممالک میں اس کو مہیا کر پانا بھی مشکل ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو ویکسین اب موجود ہیں، ان کا استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ افراد کو فوراً محفوظ کر دیا جائے کیونکہ جتنی دیر تک یہ وائرس گردش کرتا رہے گا، اتنا ہی زیادہ امکان ہوگا اس کی نئی شکلیں پیدا ہونے کا۔ اس سلسلہ پر روک لگانے کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ ہندوستان جیسے بڑے ممالک میں بڑی تعداد میں لوگوں کو جلد ویکسین لگ جائے۔

جو لوگ اس مرض سے متاثر ہو چکے ہیں، ان کے علاج کے لیے اب ہمارا ملک جنگی پیمانہ پر کام کر رہا ہے جس میں حکومتیں، ادارے و افراد شامل ہیں۔ مرکزی حکومت نے آرڈر جاری کر کے آکسیجن مہیا کرنے والے آلہ و مشین پر کسٹم ڈیوٹی میں تین ماہ کے لیے مکمل چھوٹ دے دی ہے۔ سپریم کورٹ و ہائی کورٹ آکسیجن کی فراہمی کو سختی سے مانیٹر کر رہے ہیں۔ آکسیجن نیڈس ٹریکر کے مطابق موجودہ وبا کی وجہ سے ہمارے ملک میں آکسیجن کی ضرورت بڑھ کے 90 لاکھ کیوبک میٹر یومیہ ہو گئی ہے۔ لکھنؤ میں 65 برس کے صحافی و نئے سریواستو کو اسپتال میں اپنے بستر سے سوشل میڈیا پر آکسیجن کے لیے اپیل کرنی پڑی، ان کی آکسیجن کی سطح گر کے 52 ہو گئی تھی جبکہ اسے 95 کے اوپر رہنا چاہیے، مدد نہ مل سکنے کی وجہ سے ان کی آکسیجن مزید گر کے 31 ہو گئی پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ صنعتکاری والی آکسیجن کو اسپتالوں کو مہیا کرایا جا رہا ہے، اسپیشل آکسیجن ٹرین چل رہی ہیں لیکن پھر بھی یہ سب ناکافی ہے۔ لہٰذا مشرقی دہلی کے نرائنا سپر اسپیشلیٹی ہاسپٹل نے حکومت فرانس سے آکسیجن جنریٹر کا تحفہ حاصل کیا جو دہلی ائیرپورٹ پہنچنے کے چند گھنٹوں کے اندر ہی اسپتال میں 1200 لیٹر یومیہ آکسیجن پیدا کرنے لگا۔ برطانیہ میں ہندنژاد امام قاسم نے 70 آکسیجن کنسنٹریٹرس کا انتظام کیا ہے۔ ہم کو چاہیے کہ بیرون ملک اپنے اعزا و اقربا کے وسائل سے اس طرح کی مزید سہولتیں حاصل کر کے ضرورتمند اشخاص تک ان کی رسائی کروائیں۔

جائزہ

گزشتہ ایک برس میں اللّٰہ پاک نے ہمیں دکھا دیا کہ تمہارے ذاتی وسائل اگر استعمال نہیں ہوں گے تو ان میں زنگ لگ جائے گا۔ بچیوں کو گھر میں بیٹھے مت رہنے دیجیے کہ وبا ختم ہو تو دھوم دھام سے ہی شادی کریں گے، اللّٰہ پاک کی تنبیہ کو سمجھئے۔ اب کورونا کی مثال سے تو حدیث نبویؐ کو سمجھ لیجیے کہ اس دنیا کی اہمیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

قرآن کریم میں (85.22) لوح محفوظ کا ذکر ہے جسے قدس الاقداس کہا جاتا ہے یعنی دنیا میں آئے ہوئے تمام آسمانی صحیفوں کا اصل منبع جو دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے ہی موجود تھا۔ اسی لوح محفوظ میں سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو لیلۃ القدر کے دوران دنیاوی آسمان پر اتارا تھا۔ اس رات کے لیے کہا گیا ہے (97.3) کہ یہ ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے، ایک ہزار مہینوں کے بنتے ہیں 83 برس 4 ماہ جو انسان کی اوسطاً کل زندگی ہوتی ہے، اس رات میں فرشتے اترتے ہیں اللہ پاک کے تحفے اور ہدایتیں لے کر۔ مفسرین نے تحقیق کی بنیاد پر لکھا ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ باقی تمام آسمانی کتابیں بھی اسی رات میں اسی طرح نازل ہوئی تھیں۔ گویا اس طور پر اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے دوران پوری انسانیت کو پیغمبروں اور صحیفوں کے ذریعہ ایک تانے بانے میں باندھ دیا ہے اور لوح محفوظ ہے طویل مدتی خدائی پلاننگ کا خاکہ جس کے مطابق اللہ پاک نے ہمیں قبیلوں، قوموں اور ادیان میں پھیلا دیا ہے۔ اب وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے کہ متعدد پیمانوں پر بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود اس کے پیغام کی روح کو کس حد تک سمجھ کر ہم اس پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ صرف عدل نہیں بلکہ احسان کا معاملہ کرتے ہیں۔ وہ ہمارا امتحان لے رہا ہے کہ ہم اس کی اسکیم برائے لازمی انسانی یکسانیت واتحاد کی کتنی قدردانی کرتے ہیں گو کہ اس نے اس یکسانیت کو خارجی گروہی عدم مشابہت میں بکھیر رکھا ہے۔ قرآن کریم کی شروعات ہوتی ہے رب العالمین سے اور اختتام ہوتا ہے رب الناس پر جس کے ذریعہ اللہ پاک نے پوری انسانیت بلکہ پوری کائنات کو مخاطب کیا ہے۔ یہ ہے اسلام کا طاقتور فرمان جسے لیلۃ القدر کی اہمیت کے ذریعہ سمجھ کے ہمیں کورونا وائرس کے چیلنج کو قبول کر کے اس کا معقول انداز میں ملک گیر و عالم گیر مقابلہ کرنا ہے۔ یہی پیغام اپنے انداز میں دستور ہند کے آرٹیکل 51A(e) میں بھی دیا گیا ہے۔ راقم السطور کے قریبی حلقوں میں عموماً سال میں ایک آدھ فرد کے انتقال کی خبر آتی تھی لیکن گزشتہ چند ہفتوں کے دوران 36 افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ہواللہ العظیم، یقیناً ہمارا پالنہار ہمیں پیغام دے رہا ہے کہ سدھر جاؤ۔ جنھیں ہم اپنے ذاتی وسائل سمجھتے ہیں ان پر دیگر انسانیت کا حق ہمیں پہچاننا اور ماننا ہوگا، اس میں ہمارا وقت، ہماری جائداد اور ہمارا جذبہ محبت بھی شامل ہیں۔ گزشتہ ایک برس میں اللہ پاک نے ہمیں دکھا دیا کہ تمہارے ذاتی وسائل اگر استعمال نہیں ہوں گے تو ان میں زنگ لگ جائے گا۔ بچیوں کو گھر میں بیٹھے مت رہنے دیجیے کہ وبا ختم ہو تو دھوم دھام سے ہی شادی کریں گے، اللہ پاک کی تنبیہ کو سمجھئے۔ اب کورونا کی مثال سے تو حدیث نبویؐ کو سمجھ لیجیے کہ اس دنیا کی اہمیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

info@zakatindia.org

کورونا مہم کے سبق آموز پہلو

ڈاکٹر سید ظفر محمود

جائزہ

مرکزی حکومت نے منگل کواعلان کیا ہے کہ ملک کے تقریباً 90فیصد حصہ میں تباہ کن کورونا وائرس کی قطعیت کی بھاری شرح (High rate of positivity) چل رہی ہے یعنی کہ 734 اضلاع میں سے 640میں یہ شرح 5فیصد کی قومی دہلیز کو پار کر چکی ہے،دیہی علاقوں میں زیادہ خطرہ لاحق ہے۔ لکھیم پور کے ایم ایل اے لوکیندر پرتاپ سنگھ نے وزیراعلیٰ کو خط لکھا ہے کہ ان کے ضلع میں کوئی بھی گاؤں کورونا سے آزادنہیں ہے،مرکزی وزیرو بریلی کے ایم پی سنتوش گنگوار نے بھی مدلل تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اس سیاق وسباق میں سپریم کورٹ نے طبی آکسیجن کے تخمینہ دستیابی اور تقسیم کے لیےقومی مہم جودستہ یاٹاسک فورس (National Task Force) قائم کیا ہے جو یہ بھی تجویز کرے گا کہ ضروری مقدار میں آکسیجن کس طرح مہیا کی جائے۔ عدالت عظمیٰ کے جج صاحبان نے اس ٹاسک فورس کے ہر رکن سے بذات خود گفتگو کی، ان میں مغربی بنگال کی ہیلتھ سائنسز یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر بھبودیش بسواس، میدانتا ہاسپٹل گڑگاؤں کے چیئرمین ڈاکٹر نریش تریہن، ممبئی کے بریچ کینڈی ہاسپٹل کے ڈاکٹر ظریرفاروقی اڈواڈیا،کرسچن میڈیکل کالج ویلور کے چیئرمین ڈاکٹر جے وی پیٹر وغیرہ شامل ہیں۔مرکزی حکومت کے اعلیٰ ترین افسر شاہ یعنی کیبنٹ سکریٹری اس کے کنوینز ہیں۔ ادھر عالمی شہرت والے بین الاقوامی سائنسی جرنل لینسٹ نے اپنے اداریہ میں لکھا ہے کہ کووڈ-19 پر قابو پانے سے متعلق اپنی شروعاتی کامیابی کا ہمارے ملک عزیز ہندوستان نے بیجا صرفہ کردیا جبکہ کووڈ کی دوسری لہر واس کی نئی شکلوں سے متعلق تنبیہ کی جارہی تھی اور بیماری پھیلانے والے زبردست وائرس کے باوجود انتخابی و مذہبی اجتماعات پر روک نہیں لگائی گئی ۔ابھی تک 3 فیصد سے کم شہریوں کو ویکسین لگ سکی ہے۔امریکہ میں انسٹیٹیوٹ برائے پیمائش و تخمینہ صحت(Institute for Heath Metrics and Evaluation)نے پیشین گوئی کی ہے کہ آئندہ اگست کے اوائل تک کووڈ سے ہندوستان میں خدانخواستہ دس لاکھ اموات ہوچکی ہوں گی۔ہمیں اس بیماری سے متعلق اپنے اقدامات کی ایسی تعمیر نو کرنی ہو گی جس کے قلب میں سائنس ہو۔اس رپورٹ کا کچھ اثر دکھائی پڑنے لگا ہے،صوبائی حکومتیں لاک ڈاؤن کررہی ہیں۔

> **کووڈ سے نجات شدہ وہ مریض جنہیں گردے یا دل کی بیماری ہو یا کینسر ہو، انہیں کووڈ کی وجہ سے کالے پھپھوند کی بیماری بھی دیکھنے میں آئی ہے، اس کا سائنسی نام ہے میوکور مائیکوسس،اس کا فوراً اینٹی فنگل علاج شروع کردیا جانا چاہیے۔مع احمدآبا دصوبہ گجرات کے چار اضلاع میں اس کے 300 مریضوں کی خبر مل چکی ہے، ممبئی و دھلی کے ڈاکٹروں نے بھی اس مرض کی تصدیق کی ہے۔ یہ تفصیل دے کر قارئین کو ڈرانا مقصد نہیں ہے بلکہ اس سے سبق لے کر ضروری احتیاطی کارروائی کرلینے کی تلقین کرنا ہے۔**

پونہ کے سیرم انسٹیٹیوٹ کے جواں سال چیئرمین آدار پونا والا نے غریبوں کو ویکسین لگانے کی عالمی مہم میں نمایاں حصہ لینے کا وعدہ کرتے ہوئے متاثر ممالک کے ساتھ کروڑوں ڈالر کے سودے کیے ہیں وہ بکھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں کیونکہ اب ملک میں ہی کووڈ کی تیز بڑی لہر آگئی ہے اور ان کی سب ویکسین ہمیں ہی چاہیے۔ساتھ ہی پوناوالا نے اندرون ملک سپلائی کی جانے والی ویکسین کی قیمت میں اضافہ کردیا ہے اور وہ جناب خود لندن میں ہیں۔انھوں نے برطانوی میڈیا کو بتایا ہے کہ وطن میں انھیں دھمکیاں مل رہی ہیں اور واپسی پر مسلح گارڈوں کے ساتھ ہی ان کی نقل وحرکت ممکن ہوگی۔ ممبئی ہائی کورٹ میں ایک عرضداشت کے ذریعہ پوناوالا کے لیے مزید حفاظتی بندوبست کیے جانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ہمارے ملک کی پالیسی کی تشکیل پر مرکوز آبزرور ریسرچ فاؤنڈیشن کے فیلومنوج جوشی نے کہا ہے کہ ویکسین بنانے کی ہندوستان کی استطاعت کم ہے،ہم ایک غریب ملک ہیں اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر کچھ عاجزی وانکساری پیدا کریں۔گزشتہ برس پوناوالا نے عالمی ویکسین کمپنی ایسٹرازینیکا کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ وہ پونہ میں 'آکسفورڈ ایسٹرازینیکا' ویکسین کی ایک ارب خوراک تیار کریں گے، جسے ہندوستان میں کووی شیلڈ کہا جاتا ہے۔اس کے لیے انھیں بل گیٹس فاؤنڈیشن سے 30 کروڑ ڈالر کی گرانٹ ملی، تا کہ وہ غریب ممالک کو ویکسین کے ہدیہ کی دیکھ ریکھ کرنے والی تنظیم گاوی الائنس (Gavi Alliance) کووی شیلڈ کی 20 کروڑ خوراک سپلائی کردیں۔امید ہے کہ حکومت ہند کے ذریعہ 20 کروڑ ڈالر کی گرانٹ کی مدد سے پوناوالا جون تک اپنا ہدف پورا کر پائیں۔ادھر وقت سے مکمل سپلائی نہ کرنے پر پوناوالا کو ایسٹرازینیکا سے قانونی نوٹس مل چکا ہے۔ نیپال کو 20 لاکھ خوراک دینے کا معاہدہ ہوا تھا جس کے لیے 80 فیصد ایڈوانس رقم بھی پوناوالا کو مل گئی تھی لیکن صرف 10 لاکھ خوراک ہی سپلائی ہوسکیں۔ پوناوالا نے نیپال کی باقی رقم واپس کرنے کی پیشکش کی ہے لیکن نیپال نے اس کو لینے سے انکار کردیا ہے کیونکہ ہندوستان کی وبا ان کے دروازہ پر بھی دستک دے رہی ہے۔معلوم ہوا ہے کہ پوناوالا لندن میں ٹیسٹنگ وبکری کے لیے دفتر کھول رہے ہیں جس میں 33 کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری ہوگی۔ صدر بائڈن سے ٹوئٹ کے ذریعہ پوناوالا نے اپیل کی تھی کہ ویکسین بنانے میں کام آنے والے خام مال پر پابندی ہٹادیں۔ہندوستان کے مشیر برائے قومی تحفظ اجیت ڈوبھال نے امریکہ میں اپنے ہم منصب سے گفتگو کی جس کے نتیجہ میں پوناوالا کے ذریعہ حوالہ دی جانے والی پابندی ہٹ گئی۔دہلی وتلنگانہ کے وزرائے اعلیٰ نے کہا ہے کہ ویکسین کا فارمولہ دیگر کمپنیوں کو بھی دیا جائے تا کہ زیادہ مقدار میں ویکسین جلد تیار ہوسکے۔ حکومت ہند کی تنظیم برائے دفاعی تحقیق وترقی (Defence Research and Research Organization: DRDO) نے حیدرآباد کی ڈاکٹر ریڈی لیباریٹری کے اشتراک سے کورونا مریضوں کے علاج کے لیے دوا تیار کی ہے جس کے عوامی استعمال کو ڈرگس کنٹرولر نے منظوری دے دی ہے۔اس دوا کا نام ہے ٹو ڈی جی (2-Deoxy-D-Glucose: 2-DG) جو ایک چھوٹے پیکٹ میں پاؤڈر کی شکل میں آتی ہے، اسے پانی میں گھول کر پی لینا ہے۔اس دوا کا ٹسٹ ملک کے اسپتالوں میں مریضوں کے علاج کے لیے کامیابی سے کیا جاچکا ہے۔دہلی کے گنگارام ہاسپٹل کے ڈاکٹر امبریش ساتوک کا کہنا ہے کہ کووڈ-19 صرف پھیپھڑوں کی بیماری نہیں ہے بلکہ اس سے خاص کر ذیابیطس (Diabetes) والے مریضوں میں خون منجمد ہوسکتا ہے اوراس کی گردش میں رکاوٹ بھی آسکتی ہے۔کووڈ کے جو مریض اسپتالوں میں بھرتی ہوتے رہے ہیں،ان میں سے 14-28 فیصد میں یہ حالت پیدا ہوسکتی ہے، اسے کہتے ہیں تھرومبوسس (Thrombosis)۔دراصل کووڈ مریض کے پھیپھڑے کی دیوار میں یہ وائرس چپک جاتا ہے،اس کے پڑوس میں ہی خون کی شریانیوں یا باریک رگوں (Blood vessels) کی تھیلیاں موجود ہوتی ہیں جن پر وائرس حملہ کرکے ان کی اندرونی لائننگ کو خراب کرتا ہے جس کی وجہ سے وہاں خون منجمد ہونے لگتا ہے۔کووڈ سے نجات شدہ وہ مریض جنھیں گردے یا دل کی بیماری ہو یا کینسر ہو، انھیں کووڈ کی وجہ سے کالے پھپھوند (Black Fungus) کی بیماری بھی دیکھنے میں آئی ہے،اس کا سائنسی نام ہے میوکور مائیکوسس (Mucormycoosis)،اس کا فوراً اینٹی فنگل علاج شروع کردیا جانا چاہیے۔مع احمدآبا دصوبہ گجرات کے چار اضلاع میں اس کے 300 مریضوں کی خبر مل چکی ہے، ممبئی ودہلی کے ڈاکٹروں نے بھی اس مرض کی تصدیق کی ہے۔یہ تفصیل دے کر قارئین کو ڈرانا مقصد نہیں ہے بلکہ اس سے سبق لے کر ضروری احتیاطی کارروائی کرلینے کی تلقین کرنا ہے۔جو صاحب آج وینٹی لیٹر پر ہیں انہوں نے آج سے چند ہفتہ قبل کوئی ایسا کام ضرور کیا ہوگا جو کووڈ گائڈ لائنس کے مطابق انھیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔لہٰذا اب ایسا نہ کیا جائے تا کہ آج سے چند ہفتوں بعد وینٹی لیٹر پر جانے سے بچا جاسکے۔

info@zakatindia.org